اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

باہمی صدق و محبت کے پیکر

تالیف

ڈاکٹر عبدالاحد بن عبدالقدوس نذیر ازہری

ناشر

الہدیٰ پبلیکیشنز، دہلی

©جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
باہمی صدق ومحبت کے پیکر

تالیف .... ڈاکٹر عبدالاحد بن عبدالقدوس نذیر ازہری

اشاعت .... مارچ 2018ء

صفحات 96

تعداد اشاعت طبع دوم 1100

طابع .... الہدی پبلیکیشنز، دہلی

تزئین وتحسین .... ارشد جمال

قیمت..30 روپے

ناشر

الہدی پبلیکیشنز

۴۰۹، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی

Mobile: 9999054523

E-mail: ahudadelhi@gmail.com

فہرست مضامین

عناوین	صفحہ
مقدمہ	6
❀ منازل شریفہ اور مقامات رفیعہ کا بیان	6
❀ امام زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کی فقہی ژرف نگاہی	7
❀ صحابہ کرام کی تنقیص کرنے والوں کی حیثیت اور ان کی بے وقعتی	9
تمہید	12
❀ اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان باہمی الفت ومحبت	13
❀ صحابہ معصوم نہیں تھے لیکن ۔۔۔	
باب اول: اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ازدواجی رشتے	15
❀ تمہید	16
❀ پہلی فصل: اہل بیت میں وہ اہل بیت جن کی شادیاں صحابہ کرام کے گھروں میں ہوئیں	19
❀ دوسری فصل: صحابہ کرام میں وہ صحابہ کرام جنکی شادیاں اہل بیت کے گھروں میں ہوئیں	23
باب دوم: اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین ہدایا اور عطیات	27
❀ تمہید	28
❀ پہلی فصل: اہل بیت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہدایا اور عطیات	30
❀ دوسری فصل: صحابہ کرام کو اہل بیت کے ہدایا اور عطیات	34

باب سوم: اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک دوسرے سے احادیث روایت کرنا 36

❀ تمہید 37

❀ پہلی فصل: اہل بیت کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرنا 39

❀ دوسری فصل: صحابہ کرام کا اہل بیت رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرنا 43

باب چہارم: اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مشترک نام رکھنا 45

❀ تمہید 46

❀ پہلی فصل: مشاہیر صحابہ کے ناموں پر اہل بیت رضی اللہ عنہم کا اپنے بیٹوں کے نام رکھنا 49

❀ دوسری فصل: مشاہیر اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ناموں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنے بیٹوں کے نام رکھنا 55

❀ تیسری فصل: امہات المؤمنین کے ناموں پر صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کا اپنی بیٹیوں کے نام رکھنا 57

باب پنجم: اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ایک دوسرے کے فضائل و مناقب کا نقل وتبادلہ 61

❀ تمہید 62

❀ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل قرآن کریم سے 64

❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل قرآن کریم سے 65

❀ پہلی فصل: اہل بیت کے فضائل ومناقب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرویات سے 69

❀ دوسری فصل: صحابہ کرام کے فضائل ومناقب اہل بیت رضی اللہ عنہم کی مرویات سے 76

خاتمہ 84

مراجع ومصادر 85

اظہار حقیقت

زیر نظر کتاب دراصل اس علمی مقالہ کا ایک حصہ ہے، جسے مقالہ نگار نے جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض کے اصول دین کالج کے ''قسم السنۃ وعلومہا'' میں ماجستیر (ایم،اے) کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے پیش کیا تھا، مقالہ کا عنوان تھا: ''صحابہ کے فضائل میں آل بیت کی مرویات'' مناقشہ 2 صفر 1430ھ کو ہوا، مناقشہ کمیٹی جن موقر ممبران پر مشتمل تھی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر فالح بن محمد الصغیرّ (کنوینر)

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالرحمن الشریف (رکن)

۳۔ ڈاکٹر حمد بن ابراہیم الشتوی (رکن)

مقالہ کو امتیازی درجہ سے پاس کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إن الحمد لله نحمده، ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله۔ أما بعد:

انسانی عظمت وشرف اور رفعت کے مراتب ومقامات کل تین ہی ہیں، چوتھا کوئی مرتبہ ومقام نہیں، ان تینوں میں سے دو گزر چکے ہیں، ان کے پانے کی اب کوئی صورت باقی نہیں، اب قیامت تک کے لیے صرف ایک ہی مقام باقی رہ گیا ہے، جسے ہم پا سکتے ہیں تو کیا ہم یہ محسوس کرتے ہیں، کہ ہم اس کے اہل ہیں؟ اور اگر نہیں ہیں تو کیا ہم اس لائق بن سکتے ہیں کہ اس پر فائز ہو سکیں؟ جواب ہے ہاں یہ ممکن ہے، ہم میں سے ہر ایک اس مجد وشرف اور عزت کو پا سکتا ہے، صحابی جلیل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”لوگوں کے تین منازل ومراتب ہیں، جن میں سے دو گزر چکے ہیں، اب صرف ایک مرتبہ باقی رہ گیا ہے، جس پر تم اپنے آپ کو فائز کر سکتے ہو، پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾ [الحشر:8]

(فئی کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے، جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں، وہ اللہ کے فضل اور رضا مندی کے طلب گار ہیں، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی راست باز لوگ سچے لوگ ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا: اس سے مراد مہاجرین ہیں اور یہ پہلا مقام ومرتبہ ہے، جو انہی پر ختم ہو چکا ہے، پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا

يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ [الحشر:9]

اوران کے لیے جنھوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اورایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے، اوراپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں، اورمہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے، بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں، گوخود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے کہ) جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچ گیا وہی کامیاب (اور بامراد ہے)۔

پھر آپ نے فرمایا: اس سے مراد انصار ہیں، اور یہ دوسرا مقام ومرتبہ ہے، جو ان پر یعنی انصار پر ختم ہو چکا ہے، پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ [الحشر:10]

(اوران کے لیے) جوان کے بعد آئیں جوکہیں گے: کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں، اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نکال، اے ہمارے رب بے شک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے۔

اورفرمایا: پہلے دونوں مرتبے گزر چکے ہیں، انہیں کوئی نہیں پاسکتا، البتہ یہ مرتبہ باقی رہ گیا ہے، تو کیا ہی اچھا ہو کہ یہ جو باقی رہ گیا ہے اس کو پانے کی تم کوشش کرو"۔ [1]

زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ کس قدر بابصیرت، اورمعاملہ فہم انسان

[1] اس کی تخریج ابن بطہ نے کی ہے جیسا کہ منہاج السنة النبوية 2/19 میں ہے، اورحاکم نے مستدرك 2/484 کتاب التفسیر میں، اور لالکائی نے شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة 7/1250 (2354) میں کی ہے، ان سبھوں نے ابوبدر شجاع بن الولید کے طریق سے عن عبداللہ بن زید، عن طلحہ بن مصرف، عن مصعب بن سعد، عن سعد بن ابی وقاص سے کی ہے، اورحاکم نے حدیث نقل کرنے کے بعد کہا ہے: کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، اورشیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

تھے، کہ جب ان کے پاس عراقیوں میں سے کچھ لوگ آئے، اور انہوں نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق کچھ باتیں کیں، پھر وہ عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے اور گالیاں دینے لگے، اور ان کی غیبت اور عیب جوئی سے اپنی زبانوں کو ناپاک اور گندہ کرنے لگے، تو علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا:

اچھا تم مجھے یہ بتاؤ! کہ کیا تم ان مہاجرین اولین میں سے ہو! جن کے متعلق ارشاد باری ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾ [الحشر:8]

وہ بولے: نہیں۔ تو آپ نے پوچھا: کیا تم ان لوگوں میں سے ہو، جن کے متعلق ارشاد ہے:

وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۫ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾ [الحشر:9]

اس پر بھی وہ بولے: نہیں، تو آپ نے فرمایا:

تم لوگوں نے تو خود ان دونوں گروہوں میں سے ہونے سے اپنی برات ظاہر کر دی ہے، اور میں پورے وثوق سے یہ کہہ رہا ہوں، کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو، جن کے متعلق ارشاد باری ہے:

وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۠﴿۱۰﴾

[الحشر:10] [1]

[1] اس کی تخریج زبیر بن بکار نے اپنی کتاب الانساب میں کی ہے، جیسا کہ تہذیب الکمال 20/394 اور السیر 4/395 میں بروایت عبداللہ بن ابراہیم بن قدامۃ الجمعی مروی ہے، اور زبیر بن بکار ہی کے طریق سے اس کی تخریج ابن عساکر نے تاریخ دمشق 41/389 میں کی ہے۔ اور دارقطنی نے فضائل الصحابۃ ص 62 (40) میں ابومصعب کے طریق سے۔ اور ابونعیم نے حلیۃ 3/136 میں ابومصعب کے طریق سے کی ہے، اور ان دونوں یعنی عبداللہ بن ابراہیم بن قدامۃ اور ابومصعب نے عن ابراہیم بن قدامۃ، عن أبیہ قدامۃ عن محمد عبداللہ بن ابراہیم بن قدامۃ، اور ابومصعب نے عن ابراہیم بن قدامۃ، عن أبیہ قدامۃ عن محمد بن علی بن الحسین، عن أبیہ اسے روایت کی ہے، اور مذکور الفاظ دارقطنی کے ہیں اور زبیر بن بکار اس کے آخر "قوموا عنی لا قرّب اللہ دورکم، فإنکم مستترون بالإسلام ولستم بأھلہ" (یعنی تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ، اللہ تمہارے گھروں کو قریب نہ کرے، تم اسلام کی آڑ میں چھپے ہو حالانکہ تم اس کے اہل نہیں ہو) اور ذہبی نے اسے مختصراً ذکر کیا ہے۔

بارالہا! ہمیں اس مرتبہ ومقام کو پانے والوں میں سے شامل فرما! جو باقی رہ گیا ہے، ہمیں اپنے فضل سے محروم نہ فرما، اپنا خیر ہم سے نہ روک، اورہمیں لغزشوں گھاٹوں اور بدبختوں اور جہنمیوں کے ٹھکانوں سے بچالے۔

قارئین کرام! یہ ایک مختصر تحریر ہے جو الفت ومحبت اور باہمی احترام وعقیدت کے ان مظاہراور پہلوؤں اوران گہرے اورمضبوط روابط وتعلقات کے بیان پر مشتمل ہے، جوآل بیت اورصحابہ کرام کے درمیان قائم تھے، میں نے اپنی اس تحریر میں ان گوشوں اور پہلوؤں کواجاگر کرنے، اورانہیں منظر عام پرلانے کی ایک ایسے وقت میں خواہش کی ہے،جس میں ادھرادھر کی بےسروپاباتیں عام اورپھیلی ہوئی ہیں، ذرائع ابلاغ کی کثرت اورنوع بہ نوع مقاصدورجانات کی بھرمار ہے،لوگوں کے جی میں جوکچھ آتا ہے بک دیتے ہیں،اور جو چاہتے ہیں اورجس طرح چاہتے ہیں اسے لوگوں میں پھیلا دیتے ہیں،زبان وقلم بے لگام ہیں ان پرکوئی اخلاقی بندش نہیں، ٹکنالوجی اس حدتک آگے بڑھ گئی ہے،کہ پوری دنیاایک چھوٹے سے گاؤں کی شکل اختیارکرچکی ہے،سکنڈوں میں ایک کونے کی باتیں دنیا کے دوسرے کونے تک پہنچ جاتی ہیں،کسی کی عزت وآبرومحفوظ نہیں،صحابہ کرام اورآل بیت عظام رضی اللہ عنہم تک کا وقارداؤں پرلگا ہوا ہے،ان کی تنقیص کی جاری ہیں،اورانہیں ہدف تنقید وملامت بنایااوران کے وجودتک کوجھنجوڑا جارہاہے،ان کے فضائل ومناقب میں تشکیک پیدا کی جارہی ہے،اورجس رتبہ ومقام پروہ فائز ہیں اسے متزلزل کرنے کی ناروا کوششیں کی جارہی ہیں، لوگ کھلے اور چھپے دونوں طریقوں سے اپنے باطل خیالات ونظریات کی ترویج واشاعت میں لگے ہوئے ہیں، تاکہ وہ مسلمانوں کے دلوں سے صحابہ اورآل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت کونکال دیں، اوراس تشکیک کے ذریعہ صاحب رسالت کی شان وعظمت میں تشکیک تک رسائی حاصل کرلیں، تاکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور آپ کے مقام نبوت سے کھلواڑ ان کے لیے آسان ہوجائے، ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ نے کتنی حقیقت پرمبنی ایک عظیم بات کہی ہے، وہ فرماتے ہیں:

”جب تم کسی شخص کواصحاب رسول کی تنقیص کرتے ہوئے دیکھو،تو جان لوکہ وہ زندیق

(منافق) ہے، اور یہ اس وجہ سے کہ رسول حق ہے، قرآن حق ہے، اور رسول جو کچھ لیکر آئے ہیں وہ سب حق ہے، اور یہ ساری چیزیں ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے توسط سے پہنچی ہیں، یہ زنادقہ ہمارے اس واسطے کو مجروح کردینا چاہتے ہیں، تاکہ وہ کتاب وسنت کو باطل قرار دیدیں، لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بجائے خود یہ زنادقہ ہی ہماری طعن وتجریح کے زیادہ مستحق ہیں''۔ [1]

اور عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر [2] رحمہ اللہ کا بیان ہے، کہ مجھ سے امیر المومنین (خلیفہ عباسی مہدی) نے پوچھا:

''ابوبکر! تم ان لوگوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہیں، تو میں نے کہا: امیر المومنین! یہ زنادقہ (منافق لوگ) ہیں، اس پر انہوں نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ تمہارے علاوہ کسی اور نے ایسی بات کہی ہے، پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ اس پر میں نے کہا: کہ ان کا ارادہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو نشانہ بنانا ہے، لیکن انہوں نے امت میں کسی کو بھی اس سلسلہ میں اپنا ہمنوا نہیں پایا، جو ان کی بات کو تسلیم کرتا، تو انہوں نے آپ کے صحابہ کو برا بھلا کہنا شروع کردیا، امیر المومنین! کسی آدمی کے بارے میں اس سے زیادہ قبیح بات اور کیا ہوگی، کہ وہ اوباش اور برے لوگوں کی صحبت میں رہتا ہے، یہ آپ کے مصاحبین کی برائی کر کے دراصل کہنا چاہتے ہیں، کہ نعوذ باللہ آپ بھی اسی قماش کے تھے، اس پر امیر المومنین نے کہا: میرا بھی یہی خیال ہے، معاملہ وہی ہے جو تم کہہ رہے ہو''۔ [3]

میری یہ بحث ایک مقدمہ، ایک تمہید اور پانچ ابواب پر مشتمل ہے،

---

1. اس کی تخریج خطیب بغدادی نے اپنی سند سے أبوزرعہ سے الکفایۃ 1/188(104) میں کی ہے۔
2. یہ عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر بن عوام اسدی ابوبکر زبیر بن بکار قرشی بصری کے دادا ہیں، امیر المومنین ہارون رشید کے دور خلافت میں مدینہ کے گورنر تھے، رقہ میں 184ھ میں 69 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ ملاحظہ ہو: الطبقات الکبریٰ 5/434، تاریخ بغداد 10/173(5313)۔
3. اس کی تخریج زبیر بن بکار نے اپنی کتاب النسب میں کی ہے، جیسا کہ ابن عساکر کی تاریخ دمشق 44/383 اور تعجیل المنفعۃ 1/765 میں ہے، وہ کہتے ہیں: کہ مجھ سے میرے چچا مصعب بن عبداللہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں: مجھ سے میرے والد عبداللہ بن مصعب نے بیان کیا۔

ہر باب کی ابتداء میں نے ایک ایسے طریقے سے کی ہے، جو اس کے مناسب اور حسب حال ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں، کہ مجھے اس مقالے میں اگر توفیق ملی ہے،تو وہ میرے رب کا مجھ پر خاص فضل وکرم ہے، میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اس بات کا خواستگار ہوں، کہ وہ میرے اس عمل کو مفید بنائے،اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اس سے فائدہ پہنچائے،اور میری اس کاوش کو سند قبولیت عطا فرمائے،اور اسے اپنے لئے خالص فرمائے،اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

میں شکر گزار ہوں شیخ محترم رفیق احمد بن اقبال احمد سلفی کا جنہوں نے اس کتاب کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا،اور بھائی عبدالکریم محمدی کا جنہوں نے اس ترجمے کا مراجعہ کیا اور اصل کتاب وحاشیہ کی تنسیق کا اہتمام کیا، نیز اصحاب الفضیلۃ شیخ سمیع اللہ فیضی، شیخ محمد مصطفیٰ مکی، شیخ اخلاق احمد فیضی (اساتذۂ مرکز تحفیظ القرآن والدعوۃ والتعلیم نوگڑھ سدھارت نگر) کا جنہوں نے اپنی قیمتی آراء سے نوازا۔

راقم: عبدالاحد بن عبدالقدوس نذیر ازہری
2017/3/1م
abuomar2050@hotmail.com

تمہید

متعدد ایسے مظاہر اور پہلو ہیں، جو صحابہ اور آل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان قائم ایمانی رشتوں کی گہرائی، اور بھائی چارگی پر مبنی روابط کا ہمیں یقین دلاتے ہیں، محبت وروابط کی یہ پیوستگی ان کے دلوں میں انتہائی اعلی وارفع مقام حاصل کئے ہوئے تھی۔

اس مقالہ میں میں ان شاء اللہ صحابہ اور آل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان اس رابطہ اور محبت کے بعض مظاہر کا پانچ ابواب میں تذکرہ کروں گا، اس لئے کہ مقصد اس گہرے رابطہ اور مخلصانہ اخوت پر واضح اور روشن دلائل وبراہین کے کچھ ایسے نمونے پیش کرنا ہے جن کا سرچشمہ قرآن عظیم کے اخلاق، اور اس نبی پاک ﷺ کی تربیت تھی، جسے اس کے رب کریم نے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاق آب شیریں کی طرح صاف وشفاف، اور برف کی طرح خالص سفید تھے، اور ایسا کیونکر نہ ہوتا جب کہ وہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے تناور درخت کے کشادہ سائے میں پروان چڑھے تھے، اور آپ کے خصال رفیعہ کے چشموں کا آب شیریں خود آپ کے دست مبارک سے پی چکے تھے، جس کی بلندی اخلاق، اور رفعت خصال کی گواہی خود آپ کے رب کریم نے دی ہے، اور نہایت ہی واضح، اور پرزور انداز میں فرمایا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴ [القلم:4]

بلاشبہ تم بڑے اخلاق پر فائز ہو۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ، اور ان کے صحابہ کی تعظیم وتوقیر، آپ کے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے اپنی نعمت کا آپ پر اتمام فرماتے ہوئے اور بڑھا دی ہے، چنانچہ خود اللہ سبحانہ نے ان

کے دلوں کی تالیف اور نفوس کی تہذیب کی ذمہ داری لی ہے ارشاد ہے:

وَ اَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِہِمۡ ؕ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَیۡنَ قُلُوۡبِہِمۡ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیۡنَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿۶۳﴾ [الانفال: ۶۳]

ان کے دلوں میں باہمی الفت بھی اسی (اللہ) نے ڈالی ہے، زمین میں جو کچھ ہے تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتا تو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا یہ تو اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی ہے وہ غالب حکمتوں والا ہے۔

یہ آپس میں انتہائی رحم دل تھے، یہ امر واقعہ ہے، گو قصہ گو اس سے اپنی لاعلمی ظاہر کریں، اور ناقلین و رواۃ اخبار چپ سادھ لیں، پھر بھی یہ صاف عیاں اور روشن حقیقت اپنی جگہ پر قائم رہے گی، اور اکثر اصحاب اخبار کے اساطیر و خیالات کی تردید کرتی رہے گی، جن سے خواہش پرستوں اور سیاسی اغراض کے اسیر لوگوں اور اعداء دین نے اپنے مفادات و مصالح کی برآری اور اس میں اختلاف و انشقاق اور افتراق کی جڑوں کو مضبوط و مستحکم کرنے میں فائدہ اٹھایا ہے۔

صحابہ بہر کیف بشر ہی تھے، ایسا نہیں تھا کہ انسانی میلانات و رجانات سے مکمل پاک و محفوظ رہے ہوں، اور وہ ان پر اثر انداز نہ ہوئے ہوں، وہ انبیاء کی طرح معصوم نہیں تھے، ہاں اتنا ضرور تھا کہ شروع سے لے کر اخیر تک کے تمام مسلمانوں، بلکہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کی تمام امتوں میں انبیاء علیہم السلام کو مستثنی کر کے سب سے زیادہ پاک دل، پاکیزہ نفس اور پاک باطن، بلند خصال اور اعلیٰ اخلاق و اقدار کے حامل لوگ تھے، کوئی صفت علیا ایسی نہیں تھی جس کی طرف انہوں نے سبقت نہ کی ہو، اور ان میں سب سے ممتاز اور نمایاں مقام حاصل نہ کیا ہو، ان کی حیثیت روشن مینار اور مقتدا کی تھی، کوئی ایسی رذیل صفت نہیں تھی جس سے سب سے زیادہ دور رہنے والے نہ رہے ہوں، تاریخ نہ ماضی میں ان کی کوئی نظیر پیش کر سکی ہے، اور نہ آنے والے دنوں میں کبھی پیش کر سکے گی، کسی کو اگر اس سے اختلاف ہو تو وہ تاریخ سے ماضی کی کسی شخصیت کے ساتھیوں کے بارے میں ثابت کرے وہ ان جیسے یا ان کے قائم مقام رہے ہوں، یا ان کے عشر عشیر کو بھی پہنچ سکے ہوں؟!

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جو علم وبصیرت کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت پر نگاہ ڈالے گا، اور جن فضائل سے اللہ نے انہیں نوازا تھا، ان میں غور کرے گا وہ یقینی طور سے یہ جان لے گا کہ وہ انبیاء کرام کے بعد مخلوق میں سب سے بہتر لوگ تھے، ان جیسے لوگ نہ ہوئے ہیں اور نہ آئندہ ہوں گے، وہ اس امت کی جو خیر الامم ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے مکرم امت ہے، صدیوں کے چیدہ اور منتخب لوگ تھے“۔ [1]

اس مقالے میں اگر اللہ نے چاہا تو میں اس اتفاق واتحاد اور محبت ودوستی کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کروں گا، جو جانبین میں عام اور شائع وذائع تھے، اور آل بیت میں سے صرف علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کی ذریت کے ذکر پر اکتفا کروں گا، ہاں کہیں کہیں ان کے علاوہ دوسروں کا بھی ذکر ضمناً آجائے گا۔

1 العقيدة الواسطية ص122

باب اول

اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ازدواجی رشتوں کے بیان

اس باب میں ایک تمہید اور دو فصلیں ہیں:

- پہلی فصل میں ان اہل بیت کا ذکر ہے، جن کی شادیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھروں میں ہوئیں۔
- دوسری فصل میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے، جن کی شادیاں اہل بیت رضی اللہ عنہم کے گھروں میں ہوئیں۔

باب اول

اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ازدواجی رشتے

تمہید

بہت سے سادات صحابہ نے جن میں سرفہرست خلفاء راشدین شامل ہیں۔ اہل بیت کے گھروں میں ازدواجی رشتے قائم کئے، اسی طرح اہل بیت نے صحابہ کرام کے گھروں میں شادیاں کیں۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو اہل تواریخ اور اہل سنت اور شیعہ حضرات کے رواۃ وناقلین اخبار کے درمیان متفق علیہ ہے۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان الفت ومحبت اور قرابت کے عام ہونے کے صریح عقلی دلائل میں سے ہے، کیونکہ آدمی اپنی بیٹی یا بہن کی شادی کسی ایسے شخص سے نہیں کرتا جس سے اسے محبت نہ ہو چہ جائیکہ وہ کسی ایسے شخص سے کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو، اور جس کے خلاف وہ اپنے دل میں عداوت ودشمنی چھپائے رکھے ہو۔

یہاں اس بات سے آگاہی مناسب ہوگی کہ ائمہ صحابہ میں سے چاروں خلفاء راشدین سے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مصاہراتی رشتے قائم کئے، آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی، اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن أبي طالب رضی اللہ عنہ سے اپنی صاحبزادیوں کی شادیاں کیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقد میں دیا، اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی

ہے، اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں یکے بعد دیگرے آپ نے اپنی دو بیٹیاں دیں اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، اسی وجہ سے انہیں ذوالنورین کا نام دیا گیا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی صاحبزادیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عقد میں لیا، اس سے ان دونوں حضرات کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس طرح چاروں خلفاء راشدین سے آپ نے مصاہراتی رشتے قائم کئے“۔ [1]

مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے عقد کرکے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مصاہرت کے رشتے قائم کئے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد فرما کر جو مصاہرت کے تعلقات قائم کئے، ان کا مقصود ان چاروں بزرگوں سے اپنے تعلقات اور رشتوں کو مضبوط و پختہ بنانا تھا، کیونکہ یہ چاروں حضرات نازک سے نازک ترین اور پیچیدہ مراحل میں اسلام کے لئے فداکاری، اور جاں سپاری کا جو امتیازی وصف رکھتے تھے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

عربوں کا دستور تھا کہ وہ مصاہرت کا بڑا احترام کرتے تھے، ان کے نزدیک رشتہ دامادی قبائل کے درمیان باہمی قرابت کا ایک خاص اور اہم باب تھا، داماد سے لڑائی اور محاذ آرائی ان کے نزدیک بڑے شرم و عار کی بات سمجھی جاتی تھی“۔ [2]

اس باب میں میں اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان باہمی مصاہرت کی بعض مثالیں دو فصلوں میں ذکر کروں گا ان شاء اللہ۔

پہلی فصل:

ان اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ذکر میں ہوگی جن کی شادیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھروں میں ہوئیں، بغیر اس فرق و امتیاز کے کہ جن خواتین سے ان کی شادیاں ہوئی ہیں، وہ صحابیات ہیں یا

1 منہاج السنۃ النبویۃ 36/4

2 الرحیق المختوم، ص 627

تابعیات۔ جبکہ ان کے والد کا صحابی ہونا، اور آپ کی صحبت میں ان کا رہنا ثابت ہو۔

اس لئے کہ جس لڑکی کا کوئی ولی ہو اس کے لئے یہ جائز نہیں، کہ وہ اس کی شادی کسی ایسے شخص سے کرے جسے وہ پسند نہ کرتی ہو۔

دوسری فصل:

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذکر میں ہوگی جن کی شادیاں اہل بیت رضی اللہ عنہم کے گھروں میں ہوئیں، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی صاحبزادیوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی شادیوں کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔

پہلی فصل

اہل بیت میں سے جن کی شادیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھروں میں ہوئیں

۱ رسول اعظم و نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم:

یہاں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ازدواجی رشتوں کے تعلق سے دو اہم باتوں کی طرف اشارہ کروں گا:

أ۔ آپ نے بنو ہاشم میں کوئی مصاہرتی رشتہ قائم نہیں کیا، امہات المؤمنین میں باپ کی جانب سے نسبی اعتبار سے آپ سے جو سب سے زیادہ قریب خاتون ہیں، وہ ام المؤمنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہیں جن کا سلسلہ نسب آپ سے آپ کے تیسرے دادا عبد مناف میں جا کر ملتا ہے، ان کے بعد آپ سے سب سے زیادہ قریب ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی ہیں، جو آپ سے آپ کے چوتھے دادا قصی میں جا کر ملتی ہیں۔[1]

ب: آپ کی تمام بیویوں کو تمام مومنوں کی مائیں ہونے کا شرف حاصل ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ [الاحزاب:٦] اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

تمام مؤمنوں کی مائیں ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں صحابیات ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔
اسی وجہ سے یہاں میں صرف ان ازواج مطہرات کا ذکر کروں گا، جن کے والد صحابی ہیں

[1] شذی الیاسمین فی فضائل امہات المومنین ص23

اور وہ یہ ہیں:

۱۔ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا۔

۲۔ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا۔

۳۔ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ رضی اللہ عنہا۔

۴۔ جویریہ بنت حارث بن ضرار بن خبیب خزاعیہ مصطلقیہ رضی اللہ عنہا۔

۲ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

انہوں نے اسماء بنت عمیس بن معبد بن حارث خشعمیہ ام عبداللہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی ان کے بطن سے آپ کے دو بیٹے عون اور یحیٰ پیدا ہوئے۔[1]

ابو نعیم ان کے تذکرے میں فرماتے ہیں:

"انہیں دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہے، یعنی ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ، اسی طرح انہوں نے دونوں قبلوں بیت المقدس اور مسجد حرام کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے، یہ بحریہ حبشیہ کے لقب سے معروف ہیں، حسب ونسب اور خاندانی شرافت میں ممتاز اور اپنی سہیلیوں میں شریف ومعزز مانی جاتی تھیں، سب سے پہلے جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں، ان کی شہادت کے بعد انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجیت میں لے لیا، جو تمام صحابہ کرام میں سب سے اعلی وارفع مقام رکھتے تھے، اور جنہیں سب سے پہلے سبقت اسلام کا شرف حاصل ہوا، ان کے بعد وہ سید الابرار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں اور وفات تک انہیں کی زوجیت میں رہیں۔[2]

❀ اور انہوں نے لیلی بنت مسعود بن خالد بن مالک تمیمی سے عقد کیا، اور ان کے بطن سے ان کے دو بیٹے عبید اللہ اور ابوبکر پیدا ہوئے، پھر ان کے بعد ان سے عبداللہ بن جعفر نے عقد کیا۔[3]

1 جمهرة النسب از کلبی: ص30، الطبقات: 284/8، السير: 287/2(51)، الاصابة: ص 1632(11476).

2 حلية الأولياء: 74/2

3 جمهرة النسب از کلبی: ص 31، أنساب الأشراف: 149/11

❀ اسی طرح انہوں نے امامہ بنت ابی العاص بن ربیع بن عبدالعزی بن عبد شمس سے شادی کی، جو رسول اللہ ﷺ کی نواسی ہیں، ان کی والدہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں، علی رضی اللہ عنہ نے یہ شادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کی، اوران سے کوئی اولاد انکی نہیں ہوئی۔[1]

۳ حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما:

❀ انہوں نے ہند بنت سہیل بن عمرو بن عبد شمس سے شادی کی۔[2]

❀ اورام بشر بنت ابی مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری سے کی، ام بشر پہلے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے نکاح میں تھیں، ان سے ان کی اولاد بھی تھی، سعید بن زید کی وفات کے بعد حسن بن علی نے انہیں اپنی زوجیت میں لے لیا جس سے ان کے بیٹے زید اور بیٹی ام خیر پیدا ہوئیں، اوران دونوں سے ان کی بہت سی اولاد ہوئیں۔[3]

❀ اورام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ سے شادی کی، جن سے ان کے کئی بیٹے طلحہ، عمر، حسین،

1 الطبقات الکبریٰ: 8/232، التبیین فی أنساب القرشیین: ص196، السیر: 1/335(71)، الاصابۃ: ص1638(11501)

2 فضائل الصحابۃ، از امام احمد: 2/783 (1393)، أنساب الأشراف: 11/249، تاریخ دمشق: 13/249، تھذیب الکمال: 6/236۔
ان کے والد صحابی جلیل سہیل بن عمرو بن عبد شمس ہیں انھی کی وجہ سے صلح حدیبیہ ہوئی، جب سے یہ اسلام لائے ان کا اسلام قابل ستائش رہا۔ ملاحظہ ہو: الجرح 4/245 (1058)، الاستیعاب 2/669، الاصابۃ ص554(3865)۔

3 جمھرۃ أنساب العرب، از ابن حزم ص 38، نسب قریش از مصعب زبیری ص 49، تاریخ دمشق 11/64، تھذیب الکمال 10/52، فتح الباری 7/319۔ ان کے والد ابو مسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ انصاری خزرجی بدری ہیں، بیعت عقبہ میں بھی شریک رہے، اس کے شرکاء میں یہ سب سے کمسن تھے، البتہ غزوہ بدر میں شریک تھے یا نہیں اس میں اختلاف ہے، امام بخاری نے یقین سے کہا ہے کہ یہ اس میں شریک تھے، سن 40ھ کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ ملاحظہ ہو: الاستیعاب 3/1074، تھذیب الکمال 20/215(3984) الاصابۃ ص921(6315)

قاسم اور ابوبکر پیدا ہوئے۔[1]

❀ اسی طرح انہوں نے حفصہ بنت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق بن ابی قحافہ سے شادی کی۔[2]

۴ حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما

انہوں نے اپنے بھائی حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی بیوہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ کو اپنی زوجیت میں لے لیا، اور ان سے ان کی بیٹی فاطمہ پیدا ہوئیں۔[3]

اسی طرح انہوں نے رباب بنت امرئ القیس بن عدی بن اوس بن جابر کلبی سے شادی کی، اور ان سے ان کی بیٹی سکینہ پیدا ہوئیں۔[4]

۵ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ

انہوں نے رملہ بنت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے شادی کی جن کے والد نہایت محترم اور بزرگ صحابی اور عشرۂ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔[5]

1 نسب قریش از مصعب زبیری ص 50، أنساب الأشراف 8/228، جمهرة أنساب العرب از ابن حزم ص 38

2 الطبقات الکبری 8/468، أنساب الأشراف 2/373

3 أنساب الأشراف 8/228، نسب قریش از مصعب زبیری ص 59

4 الطبقات الکبری 8/475، نسب قریش از مصعب زبیری ص 59، تاریخ دمشق 69/119، الإصابة ص 73 (390) ان کے والد امرؤ القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن عُلَیم کلبی تھے، حافظ ابن حجر الاصابۃ ص 73 (390) میں فرماتے ہیں: ''یہ صاحب ادراک تھے''۔

5 الطبقات الکبری 5/319، نسب قریش از مصعب زبیری ص 51، تاریخ دمشق 27/368

دوسری فصل

صحابہ کرام میں سے جن کی شادیاں اہل بیت رضی اللہ عنہم کے گھروں میں ہوئیں

١ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے شادی کی، اور ان سے ان کی دو اولاد، زید اور رقیہ پیدا ہوئیں۔

احادیث کی کتابوں میں یہ شادی مشہور ہے سنی اور شیعی کئی مصادر میں یہ متفق علیہ ہے اور تمام مؤرخین، اہل انساب اور فرقہ امامیہ کے جملہ محدثین وفقہاء وائمہ اس شادی کے معترف ہیں۔[1]

[1] کتاب النسب والمصاهرة بين اهل البيت والصحابه، از سید علاء الدین مدرس ص 310 تعلیق (1) مولف نے سنیوں اور شیعوں کے بہت سے مصادر کا ذکر کیا ہے۔ نیز ملا حظہ ہو: بطور مثال عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم کی شادی کی تفاصیل کے لئے: الطبقات 8/463، فضائل الصحابة از امام احمد 2/758، 765 (1333، 1347)، المستدرك از حاکم 3/142، اور السنن الكبرى از بیہقی 7/64، اور الشريعة از آجری 5/2230 (1712) وغیرہ۔ اور شیعہ کی معتبر کتابیں جس میں اس شادی کا ذکر ہے: كتاب الأصيلي في أنساب الطالبيين، از ابن طقطقی حسنی متوفی سن 709ھ، صفحہ 58 میں فرمایا: ''اور ام کلثوم کی ماں فاطمہ زہراء علیہا السلام جن سے عمر بن خطاب نے شادی کی، اور ان سے زید کی ولادت ہوئی، پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بعد عبداللہ بن جعفر نے ان سے شادی کی۔ اور 'کافی' میں (کتاب الطلاق کے فروع کے تحت، باب جس کا شوہر انتقال کر جائے) جلد 6/ص 115-116 میں ذکر ہے۔ سلیمان بن خالد سے روایت موجود ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے عبداللہ صادق سے سوال کیا کی جس کا شوہر انتقال کر جائے وہ عدت کہاں گزارے گی؟ اپنے شوہر کے گھر میں یا جہاں چاہے؟ تو فرمایا: جہاں چاہے، پھر کہا: کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ام کلثوم کے پاس آئے اور انکا ہاتھ پکڑ کے اپنے گھر لے گئے۔
اور اسے مجلسی نے مرآة العقول فی شرح اخبار آل الرسول میں ج 21 ص 199 میں صحیح قرار دیا ہے۔

۲ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی، جن سے ان کے بیٹے عبداللہ الاکبر پیدا ہوئے، جن کی آنکھ میں ایک مرغ نے چونچ ماردی، جس سے ان کا انتقال ہوگیا، اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اس وقت ہوئی جب مسلمان بدر کی جنگ میں کافروں سے برسرِ پیکار تھے۔[1]

پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ام کلثوم سے عقد کیا، اسی وجہ سے انہیں ذوالنورین کا لقب دیا گیا۔[2]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی شخص کے بارے میں یہ معروف نہیں کہ کسی نبی کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے اس کے عقد میں آئی ہوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عظمت وشرف کے لئے یہی بات کافی ہے۔

امام آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالنورین رکھا گیا، کیونکہ آدم علیہ السلام سے لے کر کسی نبی کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے عقد میں جمع نہیں ہوئیں، اسی وجہ سے انہیں ذوالنورین کا لقب دیا گیا۔''[3]

۳ ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزی بن عبدشمس رضی اللہ عنہ[4]

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی، اوران سے آپ کی

نیز دیکھئے: کتاب إعلام الوری بأعلام الهدیٰ از شیخ طبرسی کی ج 1 ص 397، اور کتاب الصراط المستقیم از علی بن یونس عاملی کی ج 3 ص 129۔

1. الطبقات 8/36، أنساب الأشراف 5/252، التبیین فی أنساب القرشیین ص 69، السیر 2/251 (29) الاصابة ص 1686 (11851)
2. الطبقات 8/37، التبیین فی أنساب القرشیین ص 70، الاصابة ص 1832 (12897) السیر 2/252 (30)
3. الشریعة 4/1747.
4. یہ ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزی بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی قرشی عبشمی ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور آپ کی بڑی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند تھے، ان کی والدہ ہالہ بنت خویلد ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی

دو اولاد ہوئی، علی اور امامہ۔[1]

۴ عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے نفیسہ بنت حسن بن علی بن ابی طالب سے شادی کی، جو ان کی شہادت تک ان کی زوجیت میں رہیں۔[2]

اس فصل میں عہد صحابہ کی انہیں چند مثالوں کے ذکر پر میں نے اکتفا کیا ہے، بغیر ان کے بیٹوں، پوتوں اور ان سے نیچے کے سلسلہ کے ذکر کئے، اسی طرح خود اہل بیت کے آپس کے ازدواجی رشتوں مثلاً آل علی کی آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس اور دیگر اہل بیت سے مصاہرت کا بھی میں نے ذکر نہیں کیا ہے، اس طرح کے رشتوں کی مثالیں ہر مرحلے اور ہر دور میں بکثرت موجود ہیں، لیکن یہاں مقصود استیعاب واحاطہ نہیں بلکہ صرف چند دلیلوں، مثالوں اور اشاروں پر

حقیقی اور سگی بہن ہیں، ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ مالداری، امانت ودیانت داری اور تجارت میں مکہ کے گنے چنے لوگوں میں سے تھے، وہ رسول اللہ ﷺ کے مصاحب ومخلص تھے، آپ کی صاحبزادی کو طلاق دینے کے لئے جب مشرکین نے ان سے کہا تو انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کیا تھا، جس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کا شکریہ ادا کیا تھا، ابو العاص بدر کے دن قید کر لئے گئے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کا خیال کرتے ہوئے بطور احسان بغیر فدیہ کے انہیں رہا کر دیا گیا تھا، رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا ان کے عقد میں تھیں، اور ان سے یہ شرط لے لی گئی تھی کہ وہ مکہ جا کر زینب کو نبی ﷺ کے پاس مدینہ بھیج دیں گے، چنانچہ جب وہ مکہ واپس پہنچے تو حسب وعدہ انہیں نبی ﷺ کے پاس مدینہ بھیج دیا، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا: ”حدّثني فصدقني ووعدني فوفاني“ یعنی انہوں نے مجھ سے بات کی تو سچ کہا، اور وعدہ کیا تو اسے پورا کیا، مکہ فتح ہونے سے کچھ پہلے وہ مشرف بہ اسلام ہوئے، اور اپنے اسلام میں آخری دم تک مخلص رہے، نبی ﷺ نے زینب کو نکاح جدید کے ساتھ، اور ایک قول کے مطابق پہلے نکاح ہی کے ساتھ انہیں لوٹا دیا، اور انہی کے پاس سن ۸ ھ میں ان کی وفات ہوئی، اور خود ابو العاص رضی اللہ عنہ کا انتقال سن ۱۲ ھ میں ہوا۔

ملاحظہ ہو: أسد الغابة 185/6، تهذيب الأسماء واللغات 248/2، الاصابة ص1508 (10502)

[1] أنساب الأشراف 707/7، التبيين في نسب القرشيين ص68

[2] أنساب الأشراف 403/2، و247/6، جمهرة نسب قريش از زبیر بن بکار 33/1، تاريخ دمشق 128/11

اکتفا کرنا ہے۔[1]

1 صحابہ کرام کے ابناء واحفاد میں ان ازدواجی رشتوں کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

* متاخرین اہل بیت میں سے جنہوں نے صحابہ کے نیچے کی بیٹیوں پوتیوں اور پڑپوتیوں سے شادیاں کیں:
* عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب قرشی ہاشمی نے ہند بنت ابی عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ سے شادی کی۔
ملاحظہ ہو: الطبقات قسم تکملہ ص 381، نسب قریش از مصعب زبیری ص 53، تھذیب الکمال 25/466 (5338)۔ ان کے دادا عبداللہ بن زمعہ صحابی ہیں۔ ملاحظہ ہو: الاصابة 774 (5292)۔
* محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے ام فروۃ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق سے شادی کی، اور ان سے ان کے بیٹے جعفر پیدا ہوئے، اسی وجہ سے جعفر کہا کرتے تھے "مجھے ابوبکر نے دوبار جنا ہے"۔
اس کی تخریج مسدد نے اپنی مسند میں جیسا کہ المطالب العالية 15/733 (3881) میں ہے، اور دارقطنی نے فضائل الصحابہ ص 57 (34) میں، لالکائی نے اعتقاد أهل السنة 7/1301 (2467) میں، اور ابوالقاسم اصبہانی نے الحجة ص 373 میں کی ہے۔
اس کی تفصیل یہ ہے کہ جعفر بن محمد کی والدہ ام فروۃ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق ہیں، اور ام فروۃ کی والدہ یعنی جعفر بن محمد کی نانی اسماء بنت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق ہیں، اس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ دو جہتوں سے ان کے نانا ہوئے۔
* موسی بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے ام سلمہ بنت محمد بن طلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق سے شادی کی۔ ملاحظہ ہو: الطبقات قسم تکملہ ص 381، 382
* صحابہ کے ابناء واحفاد جنہوں نے اہل بیت میں شادیاں کیں!
* ابان بن عثمان بن عفان نے ام کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے شادی کی۔
ملاحظہ ہو: أنساب الأشراف 2/69
* مروان بن ابان بن عثمان نے ام قاسم بنت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب سے شادی کی۔
ملاحظہ ہو: جمهرة أنساب العرب از ابن حزم ص 46
* مصعب بن زبیر بن عوام نے سکینہ بنت حسین بن علی بن ابی طالب سے شادی کی۔
ملاحظہ ہو: أنساب الأشراف 2/139، 140، نسب قریش از مصعب زبیری ص 59
* ولید بن عبدالملک بن مروان بن حکم نے نفیسہ بنت زید بن حسن بن علی بن ابی طالب سے شادی کی، اور دوران حمل ان کی وفات ہوگئی، تو ان کا بچہ ان کے پیٹ میں ایڑی سے مارنے لگا تو ولید نے اس لالچ میں کہ ان سے ان کا بیٹا ان کے بعد باقی رہے ان کے پیٹ کو پھاڑ دینا چاہا لیکن وہ ایسا نہیں کرسکے۔
ملاحظہ ہو: أنساب الأشراف 7/5

باب دوم

اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین ہدایا وعطیات

اس میں ایک تمہید اور دو فصلیں ہیں:

- پہلی فصل میں: اہل بیت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہدایا و عطیات کا ذکر ہے۔
- دوسری فصل میں: صحابہ کرام کو اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ہدایا وعطیات کا ذکر ہے۔

باب دوم

اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین ہدایا وعطیات

تمہید

محبت کے فروغ وارتقا اور الفت ومودّت کی مضبوطی و استواری میں ہدایا، اورعطیات کا زبردست اثر ہوتا ہے۔ یہ باہمی محبت، پاکیزگی قلوب اور ارتقاءنفس کی دلیل ہے، اس سے ایک دوسرے کے تئیں احترام وعقیدت کے جذبات کا پتہ چلتا ہے، کسی شاعر نے کیا ہی سچ بات کہی ہے:

هَدايا الناس بعضُهم لِبعضٍ　　تُوَلِّدُ في قلوبِهم الوِصالا

لوگوں کا ایک دوسرے کو ہدایا وتحائف دینا ان کے دلوں کو باہم جوڑنے کا باعث ہوتا ہے۔

وتزرع في الضميرِ هوًى وودًّا　　وتُلبِسهم إذا حضروا جمالا

اس سے دلوں میں الفت ومحبت کی تخم ریزی ہوتی ہے، اور جب وہ ایک دوسرے کے یہاں آتے جاتے ہیں، تو اس سے رونق وخوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہدایا اورعطیات کا انسانی طبائع وعادات پر نہایت واضح اور دکھائی دینے والا اثر پڑتا ہے، اس سے نفس اور قلب دونوں اثر پذیر ہوتے ہیں، اور ہدایا دینے والے کے ممنون واحسان مند ہوتے ہیں، اور دل میں اس کے تئیں الفت ومحبت کے ساتھ تشکرانہ جذبات رکھتے ہیں، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اسکی ترغیب فرمائی ہے آپ کا ارشاد ہے:

"تَهادُوا تَحابُّوا"[1] تم ایک دوسرے کو ہدایا دو، باہم محبت کرنے لگو گے۔

---

[1] اس کی تخریج بخاری نے **الادب المفرد** ص 203 (594)، اور اس کی سند کو حافظ ابن حجر نے **التلخيص الحبير** 3/69 (1315) میں، اسی طرح شیخ البانی نے **إرواء الغليل** 6/44 (1601) میں حسن کہا ہے، اور حدیث کے متعدد شواہد بھی ہیں۔

یہ آپ کے جوامع الکلم میں سے ہے، جس میں آپ نے اس عمل اوراس کی اثر آفرینی دونوں کا نچوڑ بیان فرمادیا ہے۔آپ کے اس ارشاد کا مفہوم یہ ہے: کہ تم ایک دوسرے کو ہدایا اور تحائف دو اس سے تمہارے درمیان الفت ومودت پیدا ہوگی، اور پیار ومحبت کے عہد و پیمان استوار ہوں گے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے نبی کے اس اسوہ کو اپنایا اوراس کے عملی نمونے پیش کئے، اورقول وعمل دونوں اعتبار سے اسے اپنی زندگیوں میں ڈھالا، آپ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھئے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو وصیت فرمارہے ہیں:

"یابُنَيَّ تباذلوا بينكم فإنه أوَدُّلما بينكم"۔[1]

اے بیٹو! آپس میں بخشش وعطیات دو کیونکہ یہ تمہارے درمیان پیار ومحبت بڑھائے گی۔

[1] اس کی تخریج بخاری نے الادب المفرد ص203(594) میں کی ہے۔

پہلی فصل

اہل بیت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہدایا وعطیات

۱ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا علی رضی اللہ عنہ کو محمد بن حنفیہ کی والدہ کو ہدیہ میں دینا:

حسن بن صالح سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: کہ میں نے عبداللہ بن حسن کو ذکر کرتے ہوئے سنا: کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کو محمد بن حنفیہ کی والدہ کو ہدیہ میں دیا۔[1]

ابن ابی حاتم محمد بن حنفیہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں: کہ ''ان کی والدہ کا نام خولہ ہے، جو بنوحنیفہ/حنفیہ کی قیدیوں میں سے تھیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں علی رضی اللہ عنہ کو ہبہ کیا تھا''۔[2]

۲ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب سے عطیات کی پہل کرنا:

أ) جعفر بن محمد بن علی بن حسین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے وظائف مقرر کرنے کا ارادہ کیا (اور ان کی رائے لوگوں کی رائے سے بہتر تھی) تو لوگوں نے ان سے کہا: کہ اس کی پہل آپ اپنے آپ سے کیجئے؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں، چنانچہ انہوں نے اس کی ابتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریبی شخص سے کی، پھر جو ان کے بعد سب سے زیادہ قریب تھے ان سے' انہوں نے سب سے پہلے حضرت عباس کا وظیفہ مقرر کیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہما کا، یہاں تک کہ سلسلہ وار پانچ قبائل

1 اس کی تخریج ابن سعد نے الطبقات 5/91 میں کی ہے، اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق 54/323 میں، اور

2 دارقطنی نے فضائل الصحابة ومناقبهم ص93(80) میں۔

الجرح والتعديل 18/26(116)

کے وظائف مقرر کرنے کے بعد بنی عدی بن کعب تک پہنچے۔[1]

ب) جعفر بن محمد بن علی بن حسین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو ان کے والد کے ساتھ ملایا، اور ان دونوں کے لئے بھی پانچ پانچ ہزار کا وظیفہ مقرر کیا۔[2]

۳ عمر رضی اللہ عنہ کا علی رضی اللہ عنہ کو ینبع کو جاگیر میں دینا:

عبداللہ بن حسن سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: کہ علی رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے عطیہ مانگا، تو آپ نے انہیں ینبع کو جاگیر میں دیا۔[3]

یاقوت حموی کہتے ہیں کہ: "ینبع سعودی عرب کا ایک ساحلی شہر ہے، جو مدینہ سے سمندر کی جانب نشیب میں جاتے ہوئے رضوی پہاڑی کے داہنی جانب ایک شب کی مسافت پر واقع ہے، اور مدینہ سے رضوی سات مراحل کے دوری پر ہے، یہ بنو حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا علاقہ ہے، یہاں علی رضی اللہ عنہ کی وقف شدہ جائدادیں تھیں، جو ان کی اولاد کے زیر تولیت رہیں"۔[4]

۴ عمر رضی اللہ عنہ کا علی رضی اللہ عنہ کو چادر ہدیہ کرنا جسے وہ اکثر پہنا کرتے تھے:

ابوالسَّفر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: کہ علی رضی اللہ عنہ کے جسم پر ایک چادر دیکھی گئی جسے وہ اکثر پہنا کرتے تھے۔ تو ان سے پوچھا گیا: کہ اس چادر کو آپ اکثر پہنے رہتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا:

---

1. اس کی تخریج ابن سعد نے الطبقات 3/301 میں، اور ابن ابي شيبہ نے المصنف 11/323 (33439) كتاب السير، باب ما قالوا فيمن يبدأ في الأعطية میں، اور بلاذری نے فتوح البلدان ص 440 میں۔
2. اس کی تخریج ابوعبید قاسم بن سلام نے الأموال ص 286 (551) میں کی ہے۔ اور بلاذری نے اسے فتوح البلدان ص 440 میں، اور ابن عساکر نے تاريخ دمشق 14/176 میں۔
3. اس کی تخریج یحيٰی بن آدم نے الخراج ص 77 (224) میں کی ہے، اور انہی کے طریق سے بیہقی نے السنن الکبری 6/144 کتاب إحياء الموات، باب إقطاع الموات میں یوں کی ہے۔
4. معجم البلدان 5/449۔

اسے میرے جگری، مخلص اور چہیتے دوست اور خصوصی مشفق عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے پہنایا تھا، جو خالص اللہ والے تھے، اللہ نے ان کے اس اخلاص کا انہیں بدلہ دیا، یہ کہہ کر وہ رو پڑے۔[1]

۵ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی تعظیم وتوقیر کرنا:

أ۔ محمد بن عبداللہ بن ابی یعقوب سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: کہ (معاویہ رضی اللہ عنہ جب حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے ملتے تو فرماتے: "مرحبًا بابنِ رسولِ الله، وأهلًا" رسول اللہ ﷺ کے بیٹے خوش آمدید۔ اور انہیں تین لاکھ دینے کا حکم فرماتے: اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے ملتے تو فرماتے، مرحباً بابنِ عمّةِ رسولِ اللہ وابن حواریّہ۔ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد وحواری زاد آپ کو خوش آمدید، اور انہیں ایک لاکھ دینے کا حکم فرماتے)۔[2]

ب۔ اور جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما معاویہ رضی اللہ عنہ کے عطایا قبول فرماتے تھے۔[3]

ج۔ ثور اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جارہے تھے؛ تو میں بھی ان کے ساتھ گیا، تو معاویہ نے ان دونوں کو عطایا دیئے، جسے انہوں نے قبول فرمایا۔[4]

د۔ عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے: کہ حسن وحسین بن علی رضی اللہ عنہم معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس

1 یہ اثر حسن لغیرہ ہے، اس کی تخریج ابن ابی شیبہ نے اپنی المصنف 11/116(32533) کتاب الفضائل، باب ما ذکر فی فضل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ میں لفظ مذکور کے ساتھ کی ہے، اور انہی کے طریق سے امام دارقطنی نے فضائل الصحابہ ص37، 40(7۔12) میں کی ہے۔
امام دارقطنی نے فضائل الصحابہ میں متعدد طرق سے متعدد جگہوں پر اسے ذکر کیا ہے۔

2 اس کی تخریج امام آجری نے الشریعة 4/2468(1959) میں کی ہے: اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں، واللہ اعلم

3 اس کی تخریج ابن ابی شیبہ نے اپنی المصنف 7/201(20584) کتاب البیوع، باب من رخص فی جوائز الأمراء والعمال، اور آجری نے الشریعة 4/2470(1963) میں، اور لالکائی نے اعتقاد أهل السنة 8/1444(2682) میں، اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق 59/194 میں۔

4 اس کی تخریج امام آجری نے الشریعة 4/2469(1960) میں کی ہے۔

آئے، تو انہوں نے کہا: کہ (میں آپ کو ایسا عطیہ دوں گا، جسے میں نے آپ سے پہلے کسی کو بھی نہیں دیا ہے، اور نہ آپ کے بعد عربوں میں سے کسی کو دوں گا! تو انہوں نے انہیں چار لاکھ کا عطیہ دیا، جسے انہوں نے قبول فرمایا)۔[1]

٦ مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کا اپنا کچھ مال حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو دینے کی وصیت کرنا:

کریمہ بنت مقداد سے روایت ہے کہ مقداد بن عمرو نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما میں سے، ہر ایک کو اٹھارہ ہزار درہم دینے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے ہر ایک کو سات سات ہزار درہم دینے کی وصیت کی، جسے ان سب نے قبول کیا۔[2]

1. اس کی تخریج ابن ابی شیبہ نے اپنی المصنف 10/354 (31077) کتاب الأمراء، باب ماذکر من حدیث الأمراء والدخول علیھم میں کی ہے، اور ان سے ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثانی 1/374 (499) میں، اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق 13/166 میں، اور 14/113 میں، اور الآحاد والمثانی کے مطبوع نسخے میں ہے: (چالیس کروڑ کا عطیہ دیا، اور انہوں نے اسے قبول کیا)۔
اور اسے ذہبی نے السیر 3/269 میں ابن ابی شیبہ کی سند سے لائے ہیں، اس کے الفاظ ہیں: فأجاز بأربع مائة الف أو أربع مائة ألف ألف فقبلھا، یعنی چار لاکھ یا چالیس کروڑ (شک کے ساتھ) کا عطیہ دیا اور اسے انہوں نے قبول کیا۔
2. اس کی تخریج امام بخاری نے التاریخ الاوسط 1/567 (299) میں، اور انہی کے طریق سے ابن عساکر نے تاریخ دمشق 66/181 میں کی ہے، اور اسے مزی نے تھذیب الکمال 28/456 میں مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں ذکر کیا ہے۔

دوسری فصل

صحابہ کرام کو اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ہدایا وعطیات

۱ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعظیم وتوقیر:

امام زہری سے روایت ہے وہ (جنگ جمل کا ذکر کرتے ہوئے) کہتے ہیں: کہ محمد بن ابی بکر نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اٹھالیا، اوران پر خیمہ نصب کر دیا، تو علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس رکے اور فرمایا: آپ نے لوگوں کو گھروں سے نکالا اور وہ مشتعل تھے، یہاں تک کہ آپ کے بھڑکانے کی وجہ سے انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا، اس پر انہوں نے کہا: اے ابو طالب زادے تم غالب آ گئے ہو۔ تو اب تم نرمی وآسانی کرو، اور درگذر سے کام لو۔ تو انہوں نے انہیں چھوڑ دیا، اور مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ انہیں مدینہ بھیج دیا، اور انہیں بارہ ہزار زادراہ کے لئے دیا۔[1]

یہ بہترین اور کریمانہ برتاؤ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کی پیروی میں کیا جو آپ نے انہیں اس وقت فرمائی تھی، جب آپ نے ان سے کہا تھا: ''کہ تمہارے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان عنقریب ایک بڑا معاملہ پیش آئے گا'' اس پر انہوں نے عرض کیا: میرے اور ان کے درمیان اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''ہاں، تمہارے اوران کے درمیان'' اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تب تو میں بڑا بد بخت ہوں اے اللہ کے رسول، آپ نے فرمایا: ''نہیں بالکل نہیں، لیکن جب ایسا ہو تو تم انہیں ان کی امن گاہ (مدینہ) کی طرف لوٹا دینا''۔[2]

1. اس کی تخریج بلاذری نے أنساب الأشراف 2/179 میں کی ہے۔
2. اس کی تخریج امام احمد نے اپنے مسند 2/393 میں کی ہے، اور انہی کے طریق سے ابن الجوزی نے العلل المتناهية 2/365 (1419) میں، اور طحاوی نے شرح مشكل الآثار 14/267 (5613) میں، اور طبرانی نے المعجم الكبير 1/332 (995) میں کی ہے، اور ابن حجر نے اس اسناد کو حسن قرار دیا ہے، فتح الباری 13/55 میں۔

۲ حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ [1] کو مال دینا:

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے خطبہ دیا اور فرمایا: کہ تمہارے برادر زادے حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کچھ مال اکٹھا کیا ہے، جسے وہ تم میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں، تو لوگ اسے لینے کے لئے آئے تو حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: کہ میں نے اسے تمہارے تنگ دستوں کے لئے جمع کیا ہے، تو جس نے سب سے پہلے اس میں سے لیا وہ اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ تھے۔ [2]

1 حافظ ابن حجر تقریب ص 150 (536) میں فرماتے ہیں: اشعث بن قیس بن معدی کرب کندی ابو محمد، صحابی ہیں، کوفہ میں وارد ہوئے، سن 40ھ یا سن 41ھ میں 63 سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

2 اس کی تخریج ابن ابی شیبہ نے المصنف 10/392 (31209) میں کی ہے۔

باب سوم

اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان احادیث کی روایت

اس میں ایک تمہید اور دو فصلیں ہیں:

- پہلی فصل میں: اہل بیت کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت روایت کرنے کا ذکر۔
- دوسری فصل میں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اہل بیت سے روایت روایت کرنے کا ذکر۔

باب سوم

اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک دوسرے سے احادیث روایت کرنا

تمہید

صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے باہمی گہرے روابط وتعلقات کے پہلوؤں میں سے ایک پہلو ان کا آپس میں ایک دوسرے سے حدیثیں روایت کرنا بھی ہے، کیونکہ مسلمان کیلئے اصل یہ ہے کہ وہ اپنے دین کی کوئی بات صرف ایسے شخص ہی سے قبول کرے جسے قابل اعتماد سمجھتا ہو، کسی ایسے شخص سے اسے وہ ہرگز روایت نہ کرے جس پر اسے اعتماد نہ ہو، چہ جائیکہ جب یہ شک اور بے اعتمادی آدمی کے اصل دین میں ہو، روایت کی قبولیت کی شرطوں میں ایک شرط یہ ہے کہ راوی عادل ہو، اگر ثقہ راوی کسی شخص سے روایت کرے تو کیا یہ ثقہ کی جانب سے اس شخص کی تعدیل مانی جائے گی یا نہیں؟ اس امر میں اختلاف ہے، بعض علماء نے عادل کا اپنے غیر سے روایت کرنے سے اس کے لئے تعدیل مانا ہے۔[1]

یہاں اس مسئلہ کی تفصیل اور اس پر بحث ومناقشہ کی گنجائش نہیں، لیکن ہمارے لئے یہ جان لینا مناسب ہے کہ ثقہ کا کسی شخص سے روایت کرنا اس کے لئے یک گونہ خصوصیت وامتیاز کی بات

[1] یہ حنفیہ سے اور ایک روایت میں امام احمد سے منقول ہے۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں: ''اس پر ان لوگوں نے جن کا گمان ہے کہ عادل کا کسی غیر سے روایت کرنا اس کی تعدیل ہے دلیل اس طرح سے پکڑی ہے، کہ اگر عادل کو اس کے سلسلہ میں کوئی جرح معلوم ہوتا تو وہ اسے ضرور ذکر کرتا، اور یہ باطل ہے''۔
ملاحظہ ہو: مسئلہ کی تفصیل اور اس سلسلہ مین وارد اقوال کے لئے: شرح علل الترمذی 1/80، الکفایۃ 1/291، 299، تحریر علوم الحدیث از جدیع 2/302، 314، کتب مصطلح حدیث وغیرہ۔

ضرور ہے۔اس کے معنی بحیثیت مجموعی یہ ہوئے کہ اس راوی نے اسے قبول کیا ہے، اور اس سے راضی ہے، اگرچہ ہم اس کی اس سے روایت کو اس کیلئے توثیق نہ مانیں۔[1] واللہ اعلم

راوی اور مروی عنہ کے درمیان جو ربط و تعلق ہوتا ہے، وہ محبت و احترام اور عقیدت کے بلند رتبہ و مقام پر مبنی ہوتا ہے، بہت سے اساتذہ و مشائخ اپنے شاگردوں کی وجہ سے شہرت کے بام عروج پر پہنچے ہیں، اسی طرح بہت سے شاگردوں کو اپنے اساتذہ و مشائخ کی وجہ سے شہرت و ناموری حاصل ہوئی ہے۔ایسا اسی قوی تعلق اور محکم رابطہ کی وجہ سے ہوا ہے۔شاگرد اپنے استاذ کے عادات و خصائل میں ڈھل جاتا، اور اس سے حسن آداب سیکھتا ہے اور اس کے سلوک و کردار سے وہ متاثر ہوتا ہے، اور اپنے معاملات و مسائل میں اس کی نقل کرتا ہے۔

[1] تحریر علوم الحدیث 1/312 میں لکھتے ہیں مختصراً یہ کہ (محض ثقہ کا کسی شخص سے روایت کرنا اس کی پہچان کرانے اور اس کی شخصیت کو ظاہر کرنے میں تو مفید ہے)۔

پہلی فصل

اہل بیت کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرنا

۱ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

آپ نے ابوبکر صدیق، عمر بن الخطاب اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔[1]

۲ حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما:

آپ نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔[2]

۳ حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

آپ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، اور اپنے ماموں ہند بن أبی ھالہ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں۔[3]

1 تهذيب الكمال 20/473(4089)

2 تهذيب الكمال 6/221(1248) اور ہند بن ابی ہالۃ کا نام نبّاش بن زرارہ ہے، انہیں زرارہ بن نبّاش تمیمی اسیدی بھی کہا جاتا ہے، یہ نبی ﷺ کے ربیب تھے ان کی والدہ ام المومنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں، اور یہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے ماموں تھے، اور حلیہ نبی ﷺ کے وصف شناس تھے، ان سے حسن اور حسین، عبداللہ بن عباس اور خود ان کے بیٹے ہند بن ہند بن أبی ھالہ نے حدیثیں روایت کی ہیں، اور ان کی روایت کی سند میں بعض ایسے راوی بھی ہیں جو غیر معروف ہیں، اور ان کی روایتوں میں سب سے اچھی وہ روایتیں ہیں جو حلیہ رسول اللہ ﷺ کے ذکر میں مروی ہیں۔

ملاحظہ ہو: تهذيب الكمال 30/315(6608) الاصابة ص 1367(9348)

3 تهذيب الكمال 6/397(1323)

۴ محمد بن علی بن ابی طالب معروف بابن حنفیہ:

آپ نے عثمان بن عفان ،عبداللہ بن عباس،عمار بن یاسر، معاویہ بن ابی سفیان اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔[1]

۵ فاطمہ بنت علی بن أبی طالب اور یہ فاطمہ صغری ہیں:

انہوں نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کی ہے۔[2]

۶ زید بن حسن بن علی بن ابی طالب:

انہوں نے جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔[3]

۷ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب:

انہوں نے اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے حدیثیں روایت کی ہیں۔[4]

۸ زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب:

انہوں نے کئی صحابہ سے حدیثیں روایت کی ہیں جن میں چند کے نام یہ ہیں:

عبداللہ بن عباس، مِسْوَر بن مَخْرَمہ، ابورافع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ زینب بنت ابی سلمی ، وامہات مؤمنین صفیہ بنت حی، عائشہ، اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن۔[5]

1. تاریخ دمشق 54/413،تھذیب الکمال 26/147(5484)
2. تاریخ دمشق 70/35،تھذیب الکمال 35/261(7903)
3. تاریخ دمشق 14/374،تھذیب الکمال 10/52(2099)
4. تھذیب الکمال 6/90(1215)
5. تاریخ دمشق 41/360،تھذیب الکمال 20/383(4050)

۹ فاطمہ بنت حسین بن علی بن ابی طالب ہمشیرہ زین العابدین:

انہوں نے عبداللہ بن عباس ،مؤذن رسول بلال بن رَباح،اسماء بنت عمیس، اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔[1]

۱۰ حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب:

ان کی مرویات کئی صحابہ کرام سے ہیں جن میں چند کے نام یہ ہیں:

جابر بن عبداللہ، سلمہ بن اکوع، عبداللہ بن عباس ، ابوسعید خدری، ابو ہریرہ، ام المؤمنین عائشہ، عبداللہ بن عمر اور ابورافع رضی اللہ عنہم۔[2]

۱۱ ابراھیم بن محمد بن علی بن ابی طالب جن کے والد معروف با بن حنفیہ ہیں:

انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔[3]

۱۲ عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب:

انہوں نے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔[4]

۱۳ محمد بن عمرو بن حسن بن علی بن ابی طالب:

انہوں نے جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔[5]

1 تاریخ دمشق 10/70، تہذیب الکمال 35/255(7901)
2 التاریخ الکبیر 2/305(2560)، الجرح التعدیل 3/35(144)، تاریخ دمشق 11/373، 376 تہذیب الکمال 6/316(1273)
3 تہذیب الکمال 2/183(234)
4 تہذیب الکمال 14/415(3225)
5 تہذیب الکمال 14/415(3225)

۱۴ ابوجعفر باقر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''انہوں نے کئی صحابہ سے حدیثیں روایت کی ہیں''۔[1]

امام مزی رحمہ اللہ نے ان کے شیوخ میں سے طبقہ صحابہ میں سے جن کے نام ذکر کئے ہیں، ان میں سے یہ ہیں: انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، سمرہ بن جندب، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر بن الخطاب، ابوسعید خدری، ابوہریرہ، ام المؤمنین عائشہ، ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔[2]

اسی طرح انہوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے جیسا کہ تاریخ دمشق میں ہے۔[3]

1. البدایۃ والنہایۃ 72/13
2. تاریخ دمشق 268/54، تہذیب الکمال 137/26، 138 (5478)
3. تاریخ دمشق 269/54

* آل بیت کی روایت صحابہ کے ابناء واحفاد سے اسی طرح صحابہ کے ابناء واحفاد کی روایت آل بیت سے کا سلسلہ جاری رہا ہے مثلاً زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے ابان بن عثمان بن عفان اور عروۃ بن زبیر سے روایت کی ہے۔
ملاحظہ ہو: تہذیب الکمال 96/10 (2120)

دوسری فصل

صحابہ کرام کا اہل بیت رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرنا

۱ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

آپ سے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے جن میں سے چند یہ ہیں:

عبداللہ بن مسعود، ابوموسی اشعری، عبداللہ بن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابورافع، عبداللہ بن عمر، ابوسعید خدری، ابوہریرہ، صہیب بن سنان رومی، زید بن ارقم، ابوامامہ باہلی، ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ سوائی، براء بن عازب، ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی، جابر بن سمرہ، جابر بن عبداللہ، زید بن ارقم انصاری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سفینہ، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، عبداللہ بن زبیر، بشر بن سُحیم غفاری، نزّال بن سَبُرۃ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔[1]

۲ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

آپ سے روایت کیا انس بن مالک، ام المؤمنین عائشہ، ام المؤمنین ام سلمہ، رافع کی والدہ سلمی اہلیہ ابورافع رضی اللہ عنہم نے۔[2]

صحابہ کرام نے امہات المؤمنین سے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں، لیکن یہاں میں نے صرف علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما سے صحابہ کی روایات کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔

1. تہذیب الکمال 20/473، 479 (4089)، الاصابة ص 1747 (12295)
2. تہذیب الکمال 35/247 (7899)

رہے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تو ان کا شمار صغار صحابہ میں ہے، اور ان دونوں کی روایتیں تھوڑی ہیں۔اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان دونوں حضرات سے حدیثیں روایت نہیں کی ہیں۔جیسا کہ بحث وتحقیق سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے۔

واللہ اعلم۔

باب چہارم

اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشترک نام

اس میں ایک تمہید اور تین فصلیں ہیں:

- پہلی فصل میں: مشاہیر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ناموں پر اہل بیت کے اپنے بیٹوں کے نام رکھنے کا ذکر ہے۔
- دوسری فصل میں: مشاہیر اہل بیت کے ناموں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اپنے بیٹوں کے نام رکھنے کا ذکر ہے۔
- تیسری فصل میں: صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کا اپنی بیٹیوں کے نام امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے ناموں پر رکھنے کا بیان ہے۔

باب چہارم

اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مشترک نام رکھنا

تمہید

نام رکھنے کا معاملہ بھی مصاہرت ہی جیسا ہے انسان اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے نام وہی رکھتا ہے جو اسے محبوب ہوں، اور اس کے دل سے قریب تر ہوں۔ وہ بڑوں بزرگوں، پیشواؤں اور سر خیل اور سر برآوردہ لوگوں کے ناموں کو پسند کرتا ہے۔ ناموں کے بہت سے مخفی مدلولات اور پوشیدہ معانی ہوتے ہیں، جن سے اس شخص کے معتقدات، اس کی نسبتوں، خیال، سوچ وفکر کے زاویوں پر استدلال کیا جاتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے:

والعينُ تعلمُ مِن عَيْنَيْ مُحدِّثها إن كان من حِزبها أو من أعاديها

آنکھ بات کرنے والے شخص کی دونوں آنکھوں سے جان لیتی ہے، کہ وہ اس کا ہم خیال ہے یا اس کا مخالف۔

اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی متعین نام کو پسند کرتا ہے، کیونکہ اس کے معنی کا اس کے دل پر اثر ہوتا ہے، اور وہ اس کی طرف دلی رجحان بھی رکھتا ہے، لیکن اس کے باوجود اس نام پر وہ اپنے بیٹے یا کسی عزیز کا نام رکھنے سے بچتا ہے، کیونکہ وہ کسی ایسے خاص شخص کا نام ہوتا ہے جسے وہ پسند نہیں کرتا، پھر ایسا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے بیٹوں اور عزیزوں کا نام کسی ایسے نام پر رکھے جو پہلے اس کے کسی کٹر دشمن کا نام رہا ہو! تم اسے اس نام سے سخت متنفر پاؤ گے۔

یہاں میں پوچھنا چاہتا ہوں: کہ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے مشاہیر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ناموں پر اپنے بیٹوں کے نام رکھیں، جب کہ کچھ لوگوں (جن کا اسلام میں کوئی

حصہ نہیں) کے خیال میں یہ لوگ اسلام سے پھر گئے ہیں! کیا یہ سوچا جا سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اوران کی اولاد اپنے بیٹوں کے نام اکابر صحابہ اورائمہ اعلام ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھیں، جب کہ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلافت غصب کر لی ہے! اوران کے اوران کی ذریت کے لئے عداوت ودشمنی اپنے دلوں میں چھپا رکھی ہے!(جیسا کہ ان لوگوں کا گمان ہے جنہیں شیاطین نے حیران وسرگشتہ کر رکھا ہے) کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے تین بیٹوں کے نام تینوں خلفاء ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھیں اوراپنے اس عمل کے ذریعہ سب سے پہلا قریشی بن جائیں جس نے اپنے بیٹوں کے نام ابوبکر، عمر وعثمان رضی اللہ عنہم رکھے ہوں۔ پھر ان کے دل میں ان خلفاء اجلہ کے لئے سچی اور مستحکم محبت نہ ہو!

یہ تینوں بیٹے تینوں خلفاء کے عہد میں پیدا ہوئے، جیسا کہ یہ مخفی نہیں، گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم میں وہ باتیں آچکی تھیں جو ان خلفاء کے سلسلہ میں وہ لوگ کہیں گے، جو اس بات کا دعوی کریں گے، کہ وہ ان کی پارٹی کے ہیں، تو انہوں نے انہیں حرج میں مبتلا کر دینا، اوراسے ان پر واضح کر دینا چاہا۔

یہی معاملہ ان کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کا بھی ہے انہوں نے اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا، اور دوسرے کا بلکہ دو اور کا نام عمر رکھا، اوران کے بھائی حسین رضی اللہ عنہ بھی اس سلسلہ میں پیچھے نہیں رہے انہوں نے بھی اپنے بیٹوں میں سے ایک کا نام ابوبکر اور دوسرے کا نام عمر رکھا، اور یہی حال ان کے بیٹے زین العابدین رحمہ اللہ کا بھی رہا، اس طرح سے کہ انہوں نے اپنی اولاد میں سے ایک کا نام خلیفہ ثانی عمر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا، اور دوسرے کا عثمان کے نام پر۔ رہے وہ خود تو انہوں نے اپنے لئے ابوبکر کی کنیت پسند کی۔ یہی حال باقی اہل بیت کا بھی ہے مثال کے طور پر کاظم ہی کو لے لیں انہوں نے اپنے بیٹوں میں سے ایک کا نام ابوبکر رکھا، اور دوسرے کا عمر اوران کے بیٹے رضا کی کنیت ابوبکر تھی۔ لیکن جیسا کہ کہا گیا ہے۔

ولیس یَصِحُّ فی الأفهامِ شَیٔءٌ   إذا احتاج النهارُ إلی دلیلٌ [1]

ذہنوں میں کوئی چیز درست طور سے نہیں آسکتی جب دن کے لئے بھی دلیل کی ضرورت پڑ جائے۔

[1] یہاں میں جس بات پر تنبیہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے: کہ ان ناموں میں سے جنہیں میں ذکر کر رہا ہوں، اکثر سنّیوں اور شیعوں دونوں کی کتابوں میں بالاتفاق پائے جاتے ہیں، جو اس سلسلہ میں مزید تفصیل کا خواہاں ہو اور دونوں فریقوں کے مصادر کی جانکاری چاہتا ہو اسے ان کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جو اس باب میں لکھی گئی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

۔الأسماء والمصاهرات بین اهل البیت والصحابة، تالیف ابو معاذ سید بن احمد بن ابراہیم

۔الامامة والنص، از فیصل نور ص686,683

پہلی فصل

مشاہیر صحابہ کے ناموں پر اہل بیت رضی اللہ عنہم کا اپنے بیٹوں کے نام رکھنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کئی عورتوں سے شادیاں کیں جن سے ان کے کئی بیٹے پیدا ہوئے، ان میں سے تین کے نام تینوں خلفاء ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ناموں پر ہیں۔ اس طرح سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلا قریشی ہونے کا شرف حاصل ہے، جنہوں نے اپنے بیٹوں کے نام ابوبکر، عمر اور عثمان کے ناموں پر رکھے ہیں، اس فصل میں ان شاء اللہ اہل بیت میں سے ایسے لوگوں کا ذکر کروں گا، جنہوں نے مشاہیر صحابہ کے ناموں پر اپنے بیٹوں کے نام رکھے ہیں، اور اہل بیت میں صرف علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔

۱ بنام ابوبکر:

❀ ابوسبطین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا، اور وہ ابوبکر بن علی بن ابی طالب ہیں، ان کی والدہ لیلی بنت مسعود نہشلیہ ہیں، یہ اپنے بھائی حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں قتل کئے گئے، ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔[1]

[1] ملاحظہ ہو: الطبقات 19/3، نسب قریش از مصعب زبیری ص 50، المعجم الکبیر 103/1 (2803)، البدایۃ والنہایۃ 551/11، اور شیعہ کی معتبر کتابوں میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے کا نام ابوبکر ہے: دیکھئے الارشاد (167)، مناقب آل ابی طالب 107/4، 112، مقاتل الطالبیین 86/1، امالی الصدوق (131)، اعلام الوری (203، 250)، البحار 74/42، 90، 92، و 36/45، 63، و 313/44، الاختصاص (82)، معجم رجال الخوئی 21/66، الانوار النعمانیۃ 263/3۔

❀ اسی طرح حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا۔ یہ ابوبکر بن حسن بن علی بن ابی طالب ہیں، جو اپنے چچا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ کربلا میں قتل کئے گئے۔ [1]

❀ اسی طرح حسین بن علی نے بھی اپنے بیٹوں میں سے ایک کا نام ابوبکر رکھا، یہ ابوبکر بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں، ان کی والدہ ام ولد تھیں۔ [2]

❀ اسی طرح حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا، اور یہ ابوبکر بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب ہیں جو اپنے بھائی ابراہیم بن حسن مثنی کے ساتھ بصرہ میں قتل کئے گئے۔ [3]

۲ بنام عمر:

❀ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بیٹے کا نام خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا، اور یہ عمر بن علی بن ابی طالب ہیں، ان کی والدہ ام حبیب بنت ربیعہ تھیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عمر بن علی بن ابی طالب ہاشمی ثقہ ہیں، ان کی وفات ولید بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں ہوئی، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے ہوئی''۔ [4]

ان کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں ابن عساکر کی تاریخ میں انہیں کے سند سے (جو زبیر تک پہنچتا ہے) آیا ہے وہ کہتے ہیں: ''کہ مجھ سے محمد بن سلّام نے بیان کیا کہ میں نے عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن ابی طالب سے پوچھا: کہ آپ کے دادا علی بن ابی طالب

---

1 ملاحظہ ہو: تاریخ یعقوبی ص 228، البدایة والنھایة 11/551، السیر 3/279، اور شیعہ کی معتبر کتابوں میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ایک لڑکے کا نام ابوبکر ہے: دیکھئے مقاتل الطالبیین 1/87، مناقب آل ابی طالب 4/12، اعلام الوری 212، 243، البحار (44/163، 168، 169)، (45/36، 63، 67)، معجم رجال الخوئی 21/66، الارشاد (240)، الانوار النعمانیة 3/263۔

2 ملاحظہ ہو: المعجم الکبیر 3/103 (2803) اور شیعہ کی معتبر کتابوں میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ایک لڑکے کا نام ابوبکر ہے: دیکھئے التنبیہ والاشراق (263)۔

3 دیکھئے: مقاتل الطالبیین 1/188

4 التقریب ص 725 (4985)، اور ملاحظہ ہو: جمھرة النسب از کلبی ص 31، الجرح والتعدیل 6/124 (676)، السیر 4/134 (41)، شیعہ کی معتبر کتابوں میں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے کا نام عمر ہے۔

رضی اللہ عنہ نے عمر کا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام پر کیونکر رکھا؟ تو انہوں نے کہا: کہ میں نے اپنے والد سے اس بارے میں پوچھا: تو انہوں نے مجھے اپنے والد کے واسطے سے خبر دی وہ عمر بن علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں: کہ انہوں نے کہا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنائے جانے کے بعد میں پیدا ہوا، تو میرے والد نے ان سے کہا: امیر المؤمنین! آج رات میرے یہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی ہے تو انہوں نے کہا: اسے مجھے ہبہ کردو! تو میں نے عرض کیا: وہ آپ کا ہے۔ وہ کہتے ہیں: تو میں نے اس کا نام عمر رکھا، اور اس کی دیکھ ریکھ کے لئے میں نے اپنے غلام مورّق کو دیا"۔ [1]

❀ اور اس عمر بن علی بن ابی طالب کا ایک پوتا تھا، اس کا بھی نام عمر تھا، اور یہ عمر بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب ہیں۔ [2]

❀ اور حسن بن علی بن ابی طالب نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا، اور یہ عمر بن حسن بن علی بن ابی طالب ہیں، جو اپنے چچا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ کربلا میں قتل کئے گئے۔ [3]

دیکھئے: الارشاد (167)، مناقب آل ابی طالب 4/112، مقاتل الطالبیین 1/84، 2/643، معانی الاخبار (356)، الکافی 1/286، 309، 411، 442، اعلام الوری (203)، البحار (1/172)، (15/23)، (16/291)، (19/75)، (24/213)، (25/214، 253)، (26/262)، (27/297، 305)، (36/388)، (37/102)، (38/332)، (42/74، 75، 89، 90، 91، 92، 93)، (43/159)، (45/38، 62)، (46/181)، (48/16)، (60/200)، (61/158)، اثبات الهداية 3/156، علل الشرائع (183)، البصائر (50، 286)، امالی الطوسی (54، 426، 439، 467، 475، 507، 556)، الاختصاص (128)، کمال الدین (328)، نور الثقلین (1/65، 76)، الامامة والتبصرة (171)، غيبة الطوسی (187)، غيبة النعمانی (102)، معجم رجال الخوئی (13/45)۔

1. ملاحظہ ہو: تاریخ دمشق 45/304

2. اس کا ذکر امام مزی نے تهذيب الكمال 19/153 میں ان کے بھائی عبداللہ بن محمد بن عمر کے تذکرے میں کیا ہے۔ اور شیعہ کی معتبر کتابوں میں ان کا ثبوت موجود ہے: مقاتل الطالبیین 1/218، نیز دیکھئے اسی کتاب میں 2/710۔

3. ملاحظہ ہو: تاریخ الیعقوبی ص ۲۲۸۔ اور شیعہ کی معتمد کتابوں میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ایک لڑکے کا نام عمر ہے: مناقب آل ابی طالب 4/112، البحار (44/168)، (45/63)، معجم رجال الخوئی 13/25، اعلام الوری (212)، دلائل الامامة (63)۔

❀ اور محمد بن علی بن ابی طالب جو ابن الحنفیہ کے لقب سے جانے جاتے ہیں، انہوں نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا، اور یہ عمر بن محمد بن علی بن ابی طالب ہیں، مشہور ہیں لیکن محدثین کی اصطلاح میں: مجہول الحال ہیں۔ [1]

❀ اسی طرح زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا، اور یہ عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں، حافظ ابن حجر ان کے متعلق فرماتے ہیں: "صدوقٌ فاضلٌ" یعنی صدوق اور فاضل ہیں۔ [2]

متاخرین اہل بیت میں سے جن کے نام عمر ہیں:

❀ عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب۔ [3]

❀ محمد بن عبداللہ بن احمد بن عیسی بن ادریس بن ادریس بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے اپنے دو بیٹوں کے نام شیخین ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے نام پر رکھا۔ [4]

۳ بنام عثمان:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام خلیفہ راشد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا، اور یہ عثمان بن علی بن ابی طالب ہیں، ان کی والدہ ام البنین بنت حزام

1. التقریب ص 727 (5002) اور ملاحظہ ہو: الجرح والتعدیل 6/131 (716)، تہذیب الکمال 21/504(4305)
2. التقریب ص 725(4984) اور ملاحظہ ہو: الجرح والتعدیل 6/124(677)، تہذیب الکمال 21/466(4288)، السیر 3/321۔ اور شیعہ کی معتبر کتابوں میں زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے لڑکے کا نام عمر ہے: مناقب آل ابی طالب 4/176، الارشاد (277، 278)، کفایۃ الاثر (319)، الکافی 1/358، 361، اعلام الوری (257، 258)، معجم رجال الخوئی 13/47، البحار: (10/249، 250)، (36/388)، (40/68)، (43/243)، (44/151)، (46/122، 155، 156، 157، 166، 167، 230)، (47/279، 283)، امالی الطوسی (2)، کفایۃ الاثر (31)، نور الثقلین 2/87، اثبات الهداية (1/281، 600)، (3/34)، غیبۃ النعمانی (125)، منتخب الاثر (248)، مقاتل الطالبیین 1/127۔
3. ملاحظہ ہو: جمہرۃ أنساب العرب از ابن حزم ص ۵۸
4. ملاحظہ ہو: جمہرۃ أنساب العرب از ابن حزم ص ۵۰۔

وحید یہ کلابیہ ہیں، یہ اپنے بھائی حسین بن علی بن ابی طالب کے ساتھ قتل کئے گئے۔ [1]

ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں: کہ میں علی رضی اللہ عنہ کے بغل میں کھڑے ایک لڑکے کے پاس سے گذرا۔ جس کی گھنی چوٹی تھی، تو میں نے ان سے پوچھا: یہ آپ کے بغل میں کون لڑکا ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ عثمان بن علی ہیں، میں نے ان کا نام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے نام پر بھی نام رکھا ہے، اور خیر البریہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بھی نام رکھا ہے۔ [2]

---

1. جمھرۃ النسب از کلبی ص 31، مسند احمد 1/133، المعجم الکبیر 3/103 (2803)، البدایۃ والنھایۃ 11/551
2. تاریخ دمشق 45/304۔

اور شیعہ کی معتبر کتابوں میں ہے، کہ علی بن ابی طالب نے اپنے ایک لڑکے کا نام عثمان رکھا: الارشاد (167)، مناقب آل ابی طالب (2/109)، (4/112)، مقاتل الطالبیین 1/83، إعلام الوری (203، 243، 250)، البحار (42/74، 89، 91)، (43/291)، (44/313، 391)، (45/37، 63، 67)، الانوار النعمانیہ 3/263، امالی الصدوق (131)، معجم رجال الخوئی 11/116.

اور شیعہ کی بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت زین العابدین علی بن الحسین رحمہ اللہ نے بھی اپنے ایک لڑکے کا نام عثمان رکھا، دیکھئے: البحار 10/250، اور وہ ابوبکر کنیت رکھنے کو پسند فرماتے تھے، (دیکھئے: مناقب آل ابی طالب 4/175، کشف الغمۃ 2/260، البحار 46/4، 5)

* علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد کے علاوہ آل بیت میں سے جس نے اپنے بیٹے کا نام عثمان رکھا: عقیل بن ابی طالب ہیں انہوں نے اپنے ایک بیٹے کا نام عثمان رکھا، اور یہ عثمان بن عقیل بن ابی طالب ہیں لاولد تھے۔ (ملاحظہ ہو: جمھرۃ أنساب العرب ص 69)

* آل بیت میں سے اولاد علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ جس نے اپنے بیٹوں کا نام صحابی جلیل معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے نام پر رکھا: ان میں عبداللہ بن جعفر ہیں، انہوں نے اپنے بیٹے کا نام معاویہ رکھا، اور یہ معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ہیں، جن کا عقد فاطمہ بنت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب سے ہوا، امام ذہبی کاشف 2/276 (5528) میں کہتے ہیں: ''ثقہ ہیں''۔

اور ملاحظہ ہو: أنساب الأشراف 2/46، نسب قریش از مصعب زبیری ص 52، تھذیب الکمال 28/196 (6060)۔

اور بلاذری نے اپنی سند سے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے اپنے اس بیٹے کا نام معاویہ رکھنے کے سبب کے بارے میں ایک پُرلطف قصے کا ذکر کیا ہے، بلاذری کہتے ہیں مجھ سے عمری نے بیان کیا، وہ ہیثم بن عدی سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: کہ میں نے معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے آزاد کردہ غلام

سے کہا: معاویہ تو آپ لوگوں کے ناموں میں سے نہیں ہے! توعبداللہ بن جعفر نے اپنے بیٹے کا نام معاویہ کیسے رکھ دیا، تو اس نے بتایا کہ معاویہ بن أبي سفیان رضی اللہ عنہما عبداللہ بن جعفر کو بہت چاہتے تھے، اور ان سے بڑی محبت رکھتے تھے، تو انہوں نے اپنے بیٹے معاویہ بن عبداللہ کا نام انہیں کے نام پر رکھا، تاکہ وہ اس کے ذریعہ ان کی تکریم کریں۔

اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ آل بیت اپنے بیٹوں کے نام صحابی جلیل معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھیں، یہی نہیں بلکہ معاویہ بن عبداللہ بن جعفر نے اپنے بیٹے کا نام یزید رکھا، اور یہ یزید بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر ہیں، اور عجیب بات یہ ہے کہ یزید بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے ایک بیٹے تھے جن کا نام خالد بن یزید بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر تھا، یہ نام خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اموی ابو ہاشم الدمشقی کے نام پر رکھا گیا تھا۔

ملاحظہ ہو: جمهرة أنساب العرب از ابن حزم ص ۶۸، رسالہ نقط العروس ص ۱۱۱، التقریب ص ۲۹۳ (۱۷۰۰)۔

اور شیعہ کی معتبر کتابوں میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے کا نام عثمان ہے: الارشاد (167)، مناقب آل ابی طالب (2/109)، (4/112)، مقاتل الطالبیین 1/83، اعلام الوری (203، 243، 250)، البحار (42/74، 89، 91)، (43/291)، (44/313، 391)، (45/37، 63، 67)، الانوار النعمانية 3/263، امالی الصدوق (131)، معجم رجال الخوئی 11/116۔

دوسری فصل

مشاہیر اہل بیت کے ناموں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنے بیٹوں کے نام رکھنا

۱ بنام علی:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک بیٹے کا نام علی رکھا، اور وہ علی بن عبداللہ بن عباس ہاشمی ہیں، جن کی کنیت ابو محمد ہے، کتب ستہ میں ان کی ایک روایت بھی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: (یہ ثقہ اور بڑے عبادت گذار تھے)۔[1]

۲ بنام حسین:

سائب بن ابی لبابہ بن عبدالمنذر انصاری[2] نے اپنے بیٹے کا نام حسین رکھا، اور وہ حسین

[1] التقریب ص700 (4795)، نیز ملاحظہ ہو: الطبقات الکبریٰ 5/312، تہذیب الکمال 21/35 (4097)۔

* متاخرین بنی امیّہ میں سے جس نے اپنے بیٹے کا نام علی رکھا:

یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان ہیں، انہوں نے اپنے ایک بیٹے کا نام علی رکھا، اور یہ علی بن یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان ہیں۔

ملاحظہ ہو: رسالۃ نقط العروس ص111۔

اور عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے بیٹے کا نام علی رکھا، اور یہ علی بن عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان ہیں۔

ملاحظہ ہو: رسالۃ نقط العروس ص112۔

[2] ملاحظہ ہو: ان کے حالات زندگی کے لیے الاستیعاب ۲/۵۷۵ (۸۹۷)، التقریب ص ۳۶۳ (۲۲۱۳)، الاصابۃ ص ۴۶۲ (۳۱۵۵)۔

بن سائب بن ابی لبابہ بن عبدالمنذر انصاری اوسی مدنی ہیں، یہ حدیث کے راویوں میں سے ہیں، انہوں نے اپنے والد اوران کے علاوہ اوروں سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ [1]

1 ملاحظہ ہو: تہذیب الکمال 6/378 (1311)، التقریب ص 247 (1331)۔

*صحابہ میں سے جنھوں نے اپنے بیٹوں کے نام آل علی کی ذریت کے علاوہ میں سے مشاہیر اہل بیت کے ناموں پر رکھا۔

صحابی جلیل عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں، انہوں نے اپنے ایک بیٹے کا نام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب کے نام پر رکھا، اور یہ حمزہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب ہیں، ابن حجر تقریب ص 271 (1532) میں فرماتے ہیں: "حمزة بن عبدالله بن عمر الخطاب المدني شقيق سالم ثقة." یعنی حمزہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب مدنی سالم کے حقیقی بھائی ہیں، اور ثقہ راوی ہیں۔

اور صحابی جلیل زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کا نام حمزہ، جعفر اور عبیدہ رکھا۔

اور یہ بلاذری نے أنساب الأشراف 8/45 میں عن محمد بن سعد، عن الواقدی، عن ابن ابی الزناد، عن ھشام بن عروۃ سے یوں روایت کی ہے: "قال: أخبرني أبي أن الزبير قال: رأيت طلحة سمى ولده بأسماء الأنبياء، وأنا أسمي بني بأسماء الشهداء، لعلهم يستشهدون، فسمى عبدالله: بعبدالله بن جحش، وحمزة بحمزة: بن عبدالمطلب، وجعفراً: بجعفر بن أبي طالب، وعبيدة: بعبيدة بن الحارث"۔ یعنی وہ کہتے ہیں: کہ مجھے میرے والد نے خبر دی ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں نے طلحہ کو دیکھا، کہ انہوں نے اپنی اولاد کے نام نبیوں کے نام پر رکھا، اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام شہداء کے ناموں پر رکھا ہے، شاید کہ وہ بھی شہادت سے شرف یاب ہوں، چنانچہ انہوں نے عبداللہ کا نام عبداللہ بن جحش کے نام پر، حمزہ کا نام حمزہ بن عبدالمطلب کے نام پر، اور جعفر کا نام جعفر بن ابی طالب کے نام پر، اور عبیدہ کا نام عبیدہ بن حارث کے نام پر رکھا۔

نیز ملاحظہ ہو: أنساب الأشراف 8/58، 74۔

تیسری فصل

امہات المؤمنین کے ناموں پر صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کا اپنی بیٹیوں کے نام رکھنا

۱ بنام خدیجہ:

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیٹیوں کے نام ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے نام پر رکھا ان دونوں میں سے ایک خدیجہ کبری بنت زبیر بن عوام ہیں ان کی والدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما ہیں اور دوسری خدیجہ صغری بنت زبیر بن عوام ہیں ان کی والدہ حلال بنت قیس جو نضیر بن قعین بن حارث بن ثعلبہ بن دودان بن اسد کی اولاد میں سے ہیں۔

۲ بنام عائشہ:

صحابہ وتابعین نے اپنی بیٹیوں کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیوی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام پر بکثرت رکھے ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کا خاص مقام تھا، اور وہ آپ کی بڑی چہیتی تھیں۔ ان صحابہ وتابعین میں سے چند کے نام یہ ہیں:

- زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ نے اپنی ایک بیٹی کا نام ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام پر رکھا، اور یہ عائشہ بنت زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔ [1]
- جعفر صادق بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ نے اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ

[1] جیسا کہ بعض شیعی مصادر میں ہے۔ ملاحظہ ہو: رحماء بینھم ص 18

رکھا، اور یہ عائشہ بنت جعفر صادق بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔ [1]

- زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا، اور یہ عائشہ بنت زبیر بن عوام ہیں، ان کی والدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔ [2]
- طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان تیمی رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا، اور یہ عائشہ بنت طلحہ بن عبید اللہ تیمی ام عمران ہیں۔ ان کی والدہ ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق ہیں، اور ان کی خالہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، ان کی کتب ستہ میں بہت سی روایتیں ہیں۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تقریب میں فرماتے ہیں: یہ حسن وجمال میں فائق تھیں، ثقہ ہیں۔ [3]
- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا، اور یہ عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص ہیں، ان کی والدہ عربوں کے قیدیوں میں سے تھیں۔ [4]
- معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا، اور یہ عائشہ بنت معاویہ بن ابی سفیان ہیں۔ [5]
- جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا، اور یہ عائشہ بنت جریر بن عبداللہ بجلی ہیں۔ [6]

---

1. أعلام النساء از عمر رضا کحالہ 132/2
2. ملاحظہ ہو: أنساب الأشراف 58/8
3. الطبقات الکبریٰ 467/8، السیر 369/4 (147)، التقریب ص 1364 (8735)۔
4. ملاحظہ ہو: أنساب الأشراف 117/8
5. أعلام النساء از عمر رضا کحالۃ 191/2
6. ملاحظہ ہو: الطبقات 164/5، أنساب الاشراف 328/12۔

* جو اس باب میں مزید جانکاری کا خواہاں ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ اس باب میں تالیف شدہ کتابوں کا مراجعہ کرے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: (۱) الشجرة الزكية فی الأنساب وسيرة آل بيت النبوة، از لواء الركن السيد يوسف الليل، طبع مكتبة التوبة، رياض۔ (۲) الأسماء والمصاهرات بين أهل البيت والصحابة، از احمد ابراهيم ال اسماعيل۔ (۳) الأسماء والمصاهرات بين أهل البيت والصحابة، تالیف أبو معاذ سید أحمد بن إبراهيم، طبع مبرة الآل والأصحاب، کویت۔

۳ بنام سودة:

❀ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیٹی کا نام ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے نام پر سودہ رکھا۔ان کی والدہ ام خالد أمة بنت خالد بن سعید بن العاص بن امیہ ہیں۔

۴ بنام ہند:

❀ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیٹی کا نام ام المؤمنین ہند بنت ابی امیہ بنت مغیرہ مخزومیہ رضی اللہ عنہا جو ام سلمہ سے مشہور ہیں کے نام پر ہند رکھا اور یہ ہند بنت زبیر بن عوام ہیں ان کی والدہ ام خالد امۃ بنت خالد بن سعید بن العاص بن امیہ ہیں۔

❀ سعد بن ابی وقاص نے اپنی ایک بیٹی کا نام ہند رکھا اور یہ ہند بنت سعد بن ابی وقاص ہیں ان کی والدہ ام زبراء ہیں جو یعمر بن شراحیل بن عبد عوف کی بیٹی ہیں۔

۵ بنام حفصہ:

❀ سعد بن ابی وقاص نے اپنی ایک بیٹی کا نام ام المؤمنین حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا کے نام پر حفصہ رکھا اور یہ حفصہ بنت سعد بن ابی وقاص ہیں ان کی والدہ ماریہ بنت قیس بن معدی کرب کندی ہیں۔

٦ بنام رملہ:

❀ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیٹیوں کے نام ام المؤمنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کے نام پر رکھا ان میں سے ایک رملہ کبری بنت علی بن ابی طالب ہیں ان کی والدہ ام مسعود بنت عمرو بن مسعود ثقفی ہیں اور دوسری رملہ صغری ہیں۔

❀ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیٹی کا نام رملہ رکھا اور یہ رملہ بنت زبیر بن عوام ہیں ان کی والدہ رباب بنت أنیف بن عبید ہیں جو علیم بن کلیب کی اولاد میں سے ہیں۔[1]

[1] دیکھئے: أنساب الاشراف ۸/ ۵۸

❀ سعد بن ابی وقاص نے اپنی ایک بیٹی کا نام رملہ رکھا اور یہ رملہ بنت سعد بن ابی وقاص ہیں ان کی والدہ ام حجیر ہیں۔ [1]

❀ عقیل بن ابی طالب نے اپنی ایک بیٹی کا نام رملہ رکھا اور یہ رملہ بنت عقیل بن ابی طالب ہیں ان کی والدہ ام ولد تھیں۔ انہیں حُلیہ کہا جاتا تھا۔ [2]

1 دیکھئے: أنساب الاشراف 117/8
2 دیکھئے: أنساب الاشراف 71/2

باب پنجم

اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ایک دوسرے کے فضائل و مناقب کا نقل وتبادلہ

اس میں ایک تمہید اور دو فصلیں:

- پہلی فصل: اہل بیت کے فضائل و مناقب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرویات سے۔
- دوسری فصل: صحابہ کرام کے فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم کی مرویات سے۔

باب پنجم

اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ایک دوسرے کے فضائل ومناقب کا نقل وتبادلہ

تمہید

اس باب کا تتبع اور احاطہ طویل اور دشوار ہے، لیکن ایک عمدہ اور پر لطف باب ہے جس کا ذکر خوش گوار ہوگا، اور نبی ﷺ کی قرابت اور آپ کے اہل بیت کے فضائل ومناقب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو باتیں کہی ہیں، اسی طرح نبی ﷺ کے اہل بیت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب کے سلسلہ میں جو کچھ فرمایا ہے، یا جو ان سے منقول ہیں، ان کی معرفت کے لئے اس باب کا یہاں لانا مستحسن ہوگا۔ صحابہ کرام قرابت، باہمی الفت ومحبت اخوت اور بھائی چارگی کے جن جذبات سے سرشار تھے۔ یہ باب اس پر قطعی دلائل اور روشن براہین میں سے ہوگا۔ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب پر خصوصیت کے ساتھ بہت سی کتابیں تالیف کی گئی ہیں، جو مسلمانوں کے نزدیک ان کے مرتبہ کی رفعت، اوران کے علوشان کی دلیل ہیں۔ [1]

اس باب میں اہل بیت کے چند فضائل ومناقب جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث سے ثابت ہیں، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند فضائل ومناقب جو اہل بیت رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث سے ثابت ہیں کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔

یہاں یہ بات علم میں رہے کہ اہل بیت کے فضائل جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث

1 علی سبیل المثال ملاحظہ ہو: ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی، از ابو العباس محب الدین احمد بن عبداللہ طبری۔ استجلاب ارتقاء الغرف بحب اقرباء رسول اللہ وذوی الشرف، از حافظ سخاوی۔

سے ثابت ہیں، خود ان کی مرویات سے کہیں زیادہ ہیں، میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں، کہ علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب اسی طرح حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے فضائل ومناقب کی بڑی تعداد، وخود ان کے اور ان کی ذریت اور دیگر اہل بیت کے طریق سے صحیح سند سے ثابت نہیں، لیکن وہ دوسرے صحابہ کی روایتوں سے ثابت ہیں، اور یہ اس بات کی دلیل ہیں کہ دوسرے صحابہ نے علی رضی اللہ عنہ اور ان کی ذریت کے فضائل ومناقب کو یاد رکھا، اور انہیں پھیلایا اور ان کی اشاعت کی، اور ان کے شرف کو چھپایا نہیں بلکہ انہیں عام کیا۔[1]

[1] بطور مثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ خیبر میں علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دینے والی حدیث ہے، جو خود علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لیکن یہ بروایت علی رضی اللہ عنہ صحیح نہیں، اس کی تخریج ابوداود طیالسی نے اپنی مسند 1/156 (185) میں، اور امام احمد نے اپنی مسند 1/78 میں، اور فضائل الصحابہ 2/579 (980) میں، اور ابو یعلی نے اپنی مسند 1/445 (593) میں، اور ابن جریر طبری نے تھذیب الآثار (مسند علی) ص 168 (22) میں کی ہے، اور ان سب نے بطریق مغیرہ بن شعبہ، عن ام موسی، عن علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے: "ما رَمِدْتُّ ولا صُدِعْتُ منذ دفع رسول الله ﷺ إلیَّ الرَّایۃَ یوم خیبر" (کہ جب سے مجھے خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا دیا ہے آج تک مجھے نہ آشوب چشم ہوا، اور نہ سر درد کی شکایت ہوئی)۔ حدیث اس سند سے ضعیف ہے، اس میں راویہ ام موسی ہیں جو مقبولہ ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تقریب ص 1386 (8877) میں کہا ہے، اور ان کی کسی نے متابعت نہیں کی ہے، لیکن حدیث متعدد صحابہ کی روایت سے ثابت ہے، جن میں سے تین حدیثیں صحیحین میں ہیں، ایک سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی، دوسری ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی اور تیسری سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی [حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ صحیح بخاری ص 565، 708، 799 (2942، 3701، 4210) اور صحیح مسلم 2/1872 (2406) میں ہے، اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح بخاری ص 570، 709، 799 (2975، 3702، 4209) میں، اور صحیح مسلم 4/1872 (2407) میں ہے، اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح مسلم 4/1871 (2405) میں ہے]۔

* اسی طرح کا معاملہ ان روایتوں کے بارے میں بھی ہے جن کا تعلق حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل سے ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث: "الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة" (حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں نوجوانان اھل جنت کے سردار ہیں) کو کئی صحابہ نے روایت کیا ہے، ان میں علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں، یہ بروایت علی رضی اللہ عنہ ضعیف ہے، اور اس میں اختلاف بھی ہے، لیکن یہ دوسرے صحابہ کی روایتوں سے ثابت ہے، بلکہ صحابہ نے اس حدیث کو نقل کرنے میں منافست کی ہے، اور ان میں سے ایک جم غفیر نے اسے روایت کیا ہے، یہاں تک کہ بعض علماء نے اس حدیث کو متواتر میں شمار کیا ہے، جیسے امام سیوطی رحمہ اللہ نے قطف الازهار المتناثرة فی الأحاديث المتواترة ص 286 (105) میں، اور زبیدی نے لقط اللآلی المتناثرہ ص 149 (45) میں، اور کتانی نے نظم المتناثر ص 125 (235) میں۔

آل بیت اوران میں سرفہرست علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل ومناقب ہیں، بلکہ کتب سنت ومسانید میں ان کے جو فضائل ومناقب منقول ہیں، وہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل سے کہیں زیادہ ہیں۔

امام احمد، اسماعیل قاضی، نسائی اور ابوعلی نیسابوری وغیرہم رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے حق میں عمدہ سندوں سے اتنی روایتیں نہیں آئی ہیں، جتنی علی رضی اللہ عنہ کے حق میں آئی ہیں''۔ [1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان حضرات کے قول پر بطور تعلیق فرماتے ہیں: ''گویا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زیادہ دنوں تک زندہ رہے، ان کے زمانے میں اختلافات رونما ہوئے، اوران کے خلاف لوگوں نے خروج کیا، یہی چیز ان کے مخالفین کے جواب کے طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس ان کے جو مناقب تھے ان کی اشاعت کا سبب بنی''۔ [2]

اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان اور ان کی فضیلت اوران کے مقام ومرتبہ کی رفعت وعظمت کے سلسلہ میں قرآن کریم میں متعدد مقام پر نہایت واضح اور صریح نصوص وارد ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

ا۔ ارشاد باری ہے۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾

[الاحزاب:33]

(اللہ تعالی یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ ہر قسم کی گندگی کو دور کردے اور تمھیں خوب پاک کردے)۔

یہ آیت اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب کا منبع وسرچشمہ ہے، جن سے اللہ تعالی نے انہیں مشرف فرمایا ہے، اوران کی تطہیر فرمائی ہے، اور افعال خسیسہ اور اخلاق ذمیمہ کی گندگی ان

1. فتح الباری 7/71 اور الصواعق المحرقۃ 2/353
2. فتح الباری 7/71

سے ختم فرمادی ہے۔

۲۔ایک دوسری جگہ فرمایا:

فَمَنۡ حَآجَّكَ فِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَكُمۡ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَكُمۡ ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ فَنَجۡعَل لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۶۱﴾ [آل عمران:61]

(اس لئے جو شخص آپ کے پاس اس علم کے آجانے کے بعد بھی آپ سے اس میں جھگڑے، تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں کو، اور ہم تم اپنی اپنی عورتوں کو، اور ہم تم خاص اپنی اپنی جانوں کو بلالیں۔ پھر ہم عاجزی کے ساتھ التجا کریں، اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں)۔

اس آیت میں چادر والوں کی بڑی فضیلت ہے امام مسلم رحمہ اللہ [1] نے اپنی صحیح میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں: ''کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح نمودار ہوئے، آپ ایک سیاہ رویئں والی منقش چادر اوڑھے ہوئے تھے، اتنے میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے تو آپ نے انہیں اپنی چادر میں داخل کرلیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی ان کے ساتھ داخل کرلیا، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو انہیں بھی اس میں داخل فرمالیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی داخل فرمالیا، پھر آپ نے فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَ يُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا ﴿۳۳﴾

[الاحزاب:33]

(اللہ تعالی یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ ہر قسم کی گندگی کو دور کردے، اور تمہیں خوب پاک کردے)۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب ان کی علوشان اور رفعت درجات کے سلسلہ میں اور بھی بہت سی آیات وارد ہیں، جو قیامت تک پڑھی جاتی رہیں گی جن میں سے چند یہ ہیں:

[1] صحیح مسلم 4/1883(2424) کتاب فضائل الصحابہ. باب فضائل اهل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۔ارشاد باری ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۖۚ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝۲۹ [الفتح:29]

(محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالی کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے، اور ان کی مثال انجیل میں ہے، مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا انکھوا نکالا، پھر اسے مضبوط کیا، اور وہ موٹا ہو گیا، پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا، اور اپنے کسانوں کو خوش کرنے لگا، تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا، اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے)۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ اوصاف جمہور کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہیں''۔[1]

اور امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس نے صبح کی اور اس کے دل میں محمد ﷺ کے اصحاب کے خلاف ناراضگی ہو تو آیت کریمہ:

لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ اس کو لگ گئی ہے''۔[2]

1 زاد المسیر 446/7

2 اس کی تخریج خلّال نے السنۃ 478/2 میں کی ہے، اور امام بغوی اپنی کتاب تفسیر 207/4 میں، اور ابن الجوزی زاد المسیر 449/7 میں لائے ہیں۔

عبداللہ بن ادریس اودی رحمہ اللہ [1] کہتے ہیں: میں اس بات سے مامون نہیں کہ انہوں نے کفار سے مشابہت اختیار کر لی ہو، یعنی روافض نے۔ کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ [2]

امام قرطبی رحمہ اللہ اس اثر کو امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''مالک رحمہ اللہ نے کتنی اچھی بات کہی ہے، اور کیسی درست تاویل کی ہے کہ جس نے ان میں سے کسی کی تنقیص کی، یا ان کی روایت میں کسی قسم کا طعن کیا، تو اس نے اللہ رب العالمین کو رد کیا، اور شرائع مسلمین کو باطل ٹھہرایا''۔ [3]

۲۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱۷ [التوبة:117]

(اللہ تعالی نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی، اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا، اس کے بعد کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا۔ پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی، بلاشبہ اللہ تعالی ان سب پر بہت ہی شفیق و مہربان ہے۔)

یہ آیت ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں جہاد کیا۔ یہ غزوہ سن ۹ ھ میں پیش آیا، اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت

[1] یہ عبداللہ بن ادریس بن یزید بن عبدالرحمن بن اسود اودی زعافری کوفی ہیں، ان کی کنیت ابو محمد ہے، سن 115ھ میں ان کی ولادت ہوئی ہے اور ایک قول کے مطابق سن 120ھ میں ہوئی ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ثقہ فقیہ عابد ہیں، سن 192ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے''۔ تہذیب الکمال 14/293(3159)، التقریب ص491(3224)

[2] اس کی تخریج خلّال نے السنۃ 2/478 میں کی ہے، اور امام بغوی اپنی کتاب تفسیر 4/207 میں، اور ابن الجوزی زاد المسیر 7/449 میں لائے ہیں۔

[3] الجامع لاحکام القرآن 16/297

زیادہ تھی، جیسا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس لمبی حدیث میں کہا جوان سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تین حضرات کے اس غزوہ سے پیچھے رہ جانے کے بارے میں مشہور ہے:

لا يجمعهم كتاب حافظ - يريد بذلك الدِّيوان - فقلَّ رجلٌ يريد أن يتغيَّب يظن أن ذلك سيُخفى له.

(انہیں کوئی محفوظ رکھنے والی کتاب نہ تھی۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا رجسٹر نہیں تھا، جس میں ان سب کے ناموں کا اندراج ہو کوئی ایسا نہیں تھا جو غیر حاضر رہنا چاہتا رہا ہو، اور یہ سوچتا ہو کہ وہ چھپا رہ جائے گا، اور آپ کو اس کا علم نہ ہو پائے گا)۔[1]

اس غزوہ میں صرف وہی لوگ شریک نہیں ہو سکے جو واقعی معذور تھے، یا ان پر نفاق کا عیب لگا ہوا تھا، سوائے تین حضرات کے جو اس میں نہیں جا سکے۔ بعضوں نے اس غزوہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ستر ہزار تک پہنچادی ہے۔[2]

اور بعضوں نے چالیس ہزار تک، لیکن مشہور اور راجح قول یہ ہے کہ یہ لشکر تیس ہزار[3] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھا۔

پس آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس جم غفیر کے فضائل و مناقب پر غور کریں۔

1. صحيح مسلم 4/12121(2769)
2. یہ تعداد ابو زرعہ رازی سے مروی ہے، اس کی تخریج خطیب بغدادی نے "الجامع لاخلاق الراوی" 2/293 (1893) میں کی ہے۔
3. ملاحظہ ہو: المغازی از واقدی 3/996، الطبقات 2/166، فتح الباری 8/117، السيرة النبوية فی ضوء المصادر الاصلية 2/203، 204

پہلی فصل

اہل بیت کے فضائل ومناقب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرویات سے

۱ مرویات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"والذی نفسی بیده، لَقرابةُ رسول الله ﷺ أَحبُّ إِلَیَّ أن أصِلَ من قرابتی"۔

(قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کے ساتھ میں صلہ رحمی کروں یہ مجھے زیادہ عزیز ہے، اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے)۔[1]

۲۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"أُرقُبوا محمدًا ﷺ فی أهل بيته"[2]

1 اس کی تخریج بخاری نے اپنی صحیح ص 710(3712) کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ عنہم باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ میں، اور ص 803(4240) کتاب المغازی، باب غزوة خیبر میں، اور مسلم نے اپنی صحیح 3/1380(1759) کتاب الجهاد والسير، باب قول النبی ﷺ لا نورث، ما تركنا فهو صدقة، میں کی ہے۔

2 اس کی تخریج بخاری نے اپنی صحیح ص 710(3713) کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ میں، اور ص 715(3751) کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب الحسن والحسين رضی اللہ عنہما میں کی ہے۔

(محمد ﷺ کا آپ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے سلسلہ میں خیال رکھو)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''اس کے ذریعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں سے مخاطب تھے، اور انہیں آپ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے خیال رکھنے کی وصیت فرما رہے تھے، خیال رکھنے کے معنی ان کی محافظت کرنے کے ہیں، کہا جاتا ہے ان کی محافظت کرو: یعنی انہیں اذیت نہ دو، اور نہ ان سے برا سلوک کرو''۔ [1]

۳۔ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: ''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر مسجد سے نکل کر جا رہے تھے کہ حسن رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی، وہ بچوں کے ہمراہ کھیل رہے تھے، تو انہیں اپنے کندھے پر اٹھا لیا، اور فرمایا:

"بأبي شبيهٌ بالنبيّ ﷺ لا شبيهٌ بعليّ وعليٌّ يضحك"

میرے باپ تجھ پر فدا ہوں تو نبی ﷺ کے مشابہ ہے نہ کہ علی رضی اللہ عنہ کے۔ علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنسنے لگے)۔ [2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''آپ کے قول "بأبي" میں حذف ہے اس کی تقدیر یوں ہے: أفديه بأبي یعنی میں ان پر اپنے باپ کو قربان کرتا ہوں، اور آپ کے قول: "وعلي يضحك" (علی رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے) کے معنی ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات پر خوش ہوتے ہوئے، اور ان کی تصدیق کرتے ہوئے ہنسنے لگے''۔ [3]

اس حدیث سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت، اور نبی ﷺ کے قرابت داروں سے ان کی محبت ظاہر ہوتی ہے۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین دوستی و بھائی چارگی اور کمال محبت کی انوکھی مثال ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے: "رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" [الفتح:29] (آپس میں رحمدل ہیں)

1 فتح الباری 7/79

2 اس کی تخریج بخاری نے اپنی صحیح ص 680 (3542) کتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ میں، اور ص 715 (3750) کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب الحسن والحسين رضی اللہ عنہما میں کی ہے۔

3 فتح الباری 6/567، 568

۲ مرویات عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب بارش نہ ہوتی، لوگ قحط میں مبتلا ہوجاتے، تو عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے پانی طلب کرتے، اور یوں دعا فرماتے: "اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا فتسقينا وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا، قال: فيسقون"۔ [1]

عمر رضی اللہ عنہ کا عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی دعا کا وسیلہ بنانے کو پسند کرنے کی وجہ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی قرابت داری تھی، اسی وجہ سے انہیں وسیلہ بناتے ہوئے: "وإنا نتوسل إليك بعم نبينا" کہا "بالعباس" نہیں کہا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے ساتھ ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کی بھی فضیلت ہے، عباس کے تئیں ان کی انکساری و فروتنی، اور ان کے حق کی معرفت، اور مرتبہ شناسی کی وجہ سے''۔ [2]

۳ مرویات عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ: ''میں دار والے دن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور میں نے ان سے عرض کیا: میں آپ کے ساتھ مل کر لڑنے کے لئے آیا ہوں! تو انہوں نے پوچھا: کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہوگی، کہ تم ان سب لوگوں کو قتل کر دو؟ وہ کہتے ہیں تو میں نے عرض کیا: نہیں، تو انہوں نے کہا: اگر تم نے ان میں سے کسی ایک آدمی کو بھی قتل کیا تو گویا

1. اس کی تخریج بخاری نے اپنی صحیح ص 201 (1010)، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، اور ص 710 (3710)، کتاب فضائل الصحابة، باب ذکر العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ میں کی ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کے عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پکڑنے سے مراد ان کی دعا کا وسیلہ پکڑنا ہے، جیسا کہ بعض روایتوں میں اس کی وضاحت آئی ہے، اور اسے حافظ ابن حجر نے حدیث کی شرح میں فتح الباری 2/497 میں ذکر کیا ہے۔
2. فتح الباری 2/497

تم نے سارے لوگوں کو قتل کیا، تو انہوں نے کہا: تم اجر وثواب لے کر واپس جاؤ نہ کہ گناہ لے کر، وہ کہتے ہیں: پھر حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما آئے۔ تو انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! میں آپ کے ساتھ مل کر باغیوں سے لڑنے کے لئے آیا ہوں! تو آپ ہمیں حکم فرمایئے! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم گناہ لے کر جانے کے بجائے اجر وثواب لے کر واپس جاؤ، "جزاكم الله من أهل بيت خيرا" "اللہ تمہیں اہل بیت کو بہترین بدلہ دے"۔ [1]

۴ مرویات ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

۱۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح نمودار ہوئے، اور آپ کالے بالوں والی ایک منقش چادر اوڑھے ہوئے تھے، اتنے میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما آگئے، تو آپ نے انہیں اپنی چادر میں داخل کرلیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آگئے تو آپ نے انہیں بھی ان کے ساتھ داخل کرلیا، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آگئیں تو آپ نے انہیں بھی اپنی چادر میں داخل فرمالیا، پھر علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی داخل فرمالیا، پھر آپ نے فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾

[الاحزاب:33] [2]

(اللہ تعالی یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والو! تم سے وہ ہر قسم کی گندگی کو دور کردے، اور تمہیں خوب پاک کردے)۔

چادر والوں کی فضیلت میں یہ نص صریح ہے، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، اسے عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے، ہاں! اس حدیث کے اور بھی طرق مروی ہیں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، لیکن یہ حدیث جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، اس باب میں سب سے صحیح

1 اس کی تخریج دینوری نے المجالسة وجواهر العلم 2/160(283) میں کی ہے، اور انہی کے طریق سے ابن عساکر نے تاریخ دمشق 39/397 میں کی ہے۔

2 اس کی تخریج مسلم نے اپنی صحیح 4/1883(2425) کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل اهل بيت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کی ہے۔

روایت ہے، اور اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بیت کی چوٹی کے لوگوں میں داخل ہیں۔ فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم یہی لوگ خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور یہی چادر والی حدیث کے تحت اہل بیت کے سرخیل لوگ ہیں، اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو علی رضی اللہ عنہ کا اہل بیت میں یہ مقام نہ ہوتا۔[1]

۲۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدل چلتے ہوئے آئیں، ان کے چلنے کا انداز بالکل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے جیسا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مرحبًا یا ابنتی'' خوش آمدید اے میری بیٹی۔

پھر آپ نے انہیں اپنے دائیں جانب یا بائیں جانب بٹھا لیا، پھر ان کے کان میں آپ نے کوئی بات کہی، جس سے وہ رو پڑیں، تو میں نے ان سے پوچھا: تم کیوں رو رہی ہو؟ پھر آپ نے دوبارہ ان کے کان میں کوئی بات کہی جس سے وہ ہنسنے لگیں، تو میں نے کہا: آج کی طرح اتنی جلدی خوشی وغمی میں نے کبھی نہیں دیکھی، تو میں نے ان سے آپ نے جو کچھ کہا تھا اس کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے بتایا: کہ آپ نے (پہلی بار) میرے کان میں یہ کہا: کہ جبرئیل علیہ السلام ہر سال مجھے ایک بار قرآن دہرواتے تھے، اور اس سال انہوں نے دوبار دہروائی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ میری موت کا وقت قریب آچکا ہے، اور تم میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھ سے آکر ملوگی۔ یہ سن کر میں رو پڑی۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تمہیں پسند نہیں کہ تم اہل جنت کی عورتیں یا مومنین کی عورتوں کی سردار ہو، تو میں یہ سن کر ہنسنے لگی۔[2]

آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس محبت بھرے جملے کو کہ ''وہ پیدل چلتے ہوئے آئیں، اور ان کے چلنے کا انداز بالکل نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلنے جیسا تھا'' کو ذرا ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں۔ کیا ایسی بات اہل بیت سے محبت ودوستی رکھنے والے کے علاوہ کوئی اور کہہ سکتا ہے!۔

1. کتاب الأسماء والمصاھرات بین اھل البیت والصحابة ص83
2. اس کی تخریج بخاری نے اپنی صحیح میں متعدد مقامات پر کی ہے، جن میں ایک ص608 (3623، 3624) کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام میں کی ہے۔ اور مسلم نے اپنی صحیح 4/1904 (2450) کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل فاطمة بنت النبی علیھا الصلاة والسلام میں کی ہے۔

۵ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مرویات:

ا۔ یزید بن حیان رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: میں، حصین بن سبرة، اور عمر بن مسلم تینوں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حدیث لمبی ہے اس میں ہے پھر انہوں نے کہا: کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع پانی کے ایک چشمہ پر جسے خم کہا جاتا تھا، خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی، اور وعظ و نصیحت کی۔ پھر آپ نے فرمایا: اما بعد سنو! اے لوگو میں بھی ایک انسان ہی ہوں، قریب ہے کہ میرے پروردگار کا بھیجا ہوا قاصد (یعنی فرشتۂ اجل) میرے پاس آئے، اور میں اس کا بلاوا قبول کرلوں۔ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جو سراپا ہدایت و نور ہے، تو تم اللہ کی کتاب کو تھامے رہنا، اور اسے مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ پھر آپ نے اللہ کی کتاب کو پکڑے رہنے پر ابھارا، اور اس کی ترغیب فرمائی۔ پھر فرمایا: اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے سلسلہ میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔ تو ان سے حصین نے پوچھا: اے زید! آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں شامل نہیں؟ تو انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں شامل ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت وہ ہیں، جن پر صدقہ (زکوۃ) حرام ہے، تو حصین نے کہا: وہ کون لوگ ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا: یہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر، اور آل عباس ہیں۔

حُصین نے پوچھا: کیا ان تمام لوگوں پر صدقہ حرام ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔[1]

---

[1] اس کی تخریج مسلم نے اپنی صحیح 4/1873 (2408) کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ میں کی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاوی 13/210 میں فرماتے ہیں: (مقصود یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "إنی تارك فيكم ثقلين" كتاب الله [یعنی میں تمہارے اندر دو وزنی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب] اس میں آپ نے اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہنے پر ابھارا ہے، پھر آپ نے تین بار فرمایا: "وعترتی أهل بيتی أذكركم الله فی أهل بيتی" [اور میرا خانوادہ میرے اہل بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے سلسلہ میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں] اس میں آپ نے مسلمانوں کو ان کے

۲۔ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''اللہ نے اولاد اسماعیل میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا، اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا، اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا''۔[1]

۳۔ ابن ابی نُعم رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا، ایک شخص نے ان سے مچھر کے خون کے بارے میں مسئلہ پوچھا؟ تو انہوں نے اس سے پوچھا: تم کہاں کے ہو؟ اس نے کہا: میرا تعلق اہل عراق سے ہے، تو انہوں نے فرمایا: انہیں دیکھو یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں مسئلہ پوچھتے ہیں! حالانکہ انہیں لوگوں نے نبی زادہ کو قتل کیا، اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

''هما ريحانتاي من الدنيا''[2] یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

۴۔ زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے: کہ جب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے، اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما، معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''اگر آپ کو یزید پر صرف اتنی ہی فضیلت ہوتی کہ آپ کی ماں ایک قریشی خاتون ہیں، اور اس کی ماں بنو کلب کی ایک عورت ہے، تو آپ کی فضیلت کے لئے بس یہی بات کافی تھی، پھر آپ کا کیا پوچھنا کہ آپ کی ماں جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں''۔[3]

متعلق وصیت فرمائی، آپ نے انہیں ائمہ قرار نہیں دیا کہ مسلمان ان کی طرف رجوع کریں، خوارج نے اپنے آپ کو کتاب کی طرف منسوب کرلیا، اور شیعوں نے اپنی نسبت اہل بیت کی طرف کرلی، اور یہ دونوں ان کی پیروی کرنے والے نہیں جن کی طرف انہوں نے اپنی نسبت کی ہے)۔علماء کرام کہتے ہیں ان دونوں کو ثقلین (دو وزنی چیزیں کہا گیا ہے، ان کی عظمت اور علوشان کی وجہ سے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں پر عمل کے وزنی ہونے کی وجہ سے) شرح النووی علی مسلم 180/15۔

1. اس کی تخریج مسلم نے اپنی صحیح 1782/2 (2276) كتاب الفضائل، باب فضل نسب النبي صلی اللہ علیہ وسلم وتسليم الحجر عليه قبل النبوة میں کی ہے۔

2. اس کی تخریج بخاری نے اپنی صحیح ص 715 (3753) كتاب فضائل الصحابه، باب مناقب الحسن والحسين رضی اللہ عنہما، اور ص 1162 (5994) كتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته میں کی ہے۔

3. اس کی تخریج آجری نے الشريعة 2469/5 (1961) میں کی ہے۔

دوسری فصل

صحابہ کے فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم کی مرویات سے [1]

١ غزوہ بدر کبری میں شریک صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل علی رضی اللہ عنہ کی مرویات سے:

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور ابومرثد غنوی، اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو بھیجا، ہم سب گھوڑے پر سوار تھے۔ اور فرمایا: تم چلتے رہنا جب تک کہ تم روضۂ خاخ پر نہ پہنچ جانا، وہاں تمہیں مشرکین کی ایک عورت ملے گی، اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا مشرکین کے نام ایک خط ہوگا، پھر انہوں نے پوری حدیث ذکر کی، اس کے آخر میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا وہ اہل بدر میں سے نہیں ہیں؟! پھر فرمایا: اللہ تعالی اہل بدر سے خوب واقف تھا، وہ اہل بدر کے بارے میں فرما چکا ہے:

"اعْمَلوا ما شئتم، فقد وجبت لكم الجنة، أو: فقد غفرتُ لكم"

''کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہارے لئے جنت واجب کردی''، یا فرمایا: ''میں نے تمہیں بخش دیا''۔

اس پر عمر رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھیں اشک آلود ہوگئیں۔ اور کہنے لگے: ''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ معلوم ہے''۔ [2]

---

1 یہاں میں چند مثالیں ذکر کروں گا، اور جو تفصیل کا خواہاں ہو وہ میرے رسالہ "مرويات آل البيت فی فضائل الصحابة" کی طرف رجوع کرے جسے میں نے علوم حدیث میں ایم اے کی ڈگری لینے کے لئے لکھا ہے۔

2 اس کی تخریج بخاری نے اپنی صحیح ص 589 (3081) كتاب الجهاد والسير، باب إذا اضطرّ الرجل إلى النظر فی شعور أهل الذمة والمؤمنات إذا عصين الله وتجريدهن میں، اور ص 756 (3983) كتاب المغازی، باب فضل من شهد بدراً میں مذکور الفاظ کے ساتھ، اور ص 1205 (6259) كتاب الاستئذان، باب من نظر فی كتاب من يحذر المسلمين يستبين أمره میں اسی طرح سے اور ص 1324 (6939) كتاب استتابة المرتدين، باب ما جاء فی المتأولين میں اسی طرح سے کی ہے۔

۲ علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شیخین "ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما" کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پوری امت میں سب سے افضل قرار دینا:

۱۔ محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے پوچھا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ، میں نے پوچھا: پھر ان کے بعد کون ہے؟ کہا: عمر رضی اللہ عنہ، وہ کہتے ہیں: کہ میں ڈرا کہ اس کے بعد وہ کہیں عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے لیں، اس لئے میں نے کہا: پھر آپ؟ اس پر انہوں نے کہا: میں تو عام مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔ [1]

۲۔ ابوحازم سلمۃ بن دینار سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے کسی ہاشمی کو علی بن حسین رحمہ اللہ سے بڑھ کر سوجھ بوجھ والا نہیں دیکھا۔ میں نے علی بن حسین رحمہ اللہ کو کہتے سنا: ان سے پوچھا جا رہا تھا: کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا مقام تھا؟ تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے قبر نبوی کی جانب اشارہ کرکے فرمایا: ان دونوں کے نزدیک آپ کا کیا مقام تھا، اسی وقت دیکھ لو! [2]

۳ علی رضی اللہ عنہ اور ان کی پاک اولاد کا شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا اور ان دونوں کے لئے دعا واستغفار کرنا:

۱۔ بسام بن عبداللہ صیرفی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: کہ میں نے ابوجعفر سے پوچھا: کہ آپ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں ان دونوں سے

اور مسلم نے اپنی صحیح 4/1941 (2494) كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أهل بدر وقصة حاطب بن أبي بلتعه میں۔

[1] اس کی تخریج بخاری نے اپنی صحیح ص 701 (3671) كتاب فضائل الصحابة، باب قول النبی ﷺ: لو كنت متخذاً خليلاً، میں کی ہے۔

[2] صحیح ہے، اس کی تخریج دار قطنی نے فضائل الصحابہ ص 61 (39) میں، اور لالکائی نے اعتقاد اهل السنة 7/1299 (2460) میں، اور بیہقی نے الاعتقاد ص 510 میں کی ہے۔

محبت کرتا ہوں، اور ان کے لیے استغفار کرتا ہوں، اور میں نے اپنے اہل بیت میں سے کسی کو نہیں دیکھا، جو ان سے محبت نہ کرتا ہو؟[1]

۲۔ کثیر نواء سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے زید بن علی رحمہ اللہ سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا؟ تو انہوں نے کہا: تم ان دونوں سے محبت رکھو، وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ جو ان دونوں سے براءت و دشمنی کا اظہار کرتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں اس سے بری ہوں جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے۔[2]

۳۔ سالم بن ابی حفصہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: کہ میں نے ابو جعفر رحمہ اللہ اور ان کے بیٹے جعفر رحمہ اللہ سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا؟ تو انہوں نے مجھ سے کہا: اے سالم تم ان دونوں سے محبت کرو، اور ان دونوں کے دشمنوں سے براءت کا اظہار کرو، کیونکہ یہ دونوں امام ہدیٰ تھے۔ وہ کہتے ہیں: مجھ سے جعفر نے کہا: اے سالم ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے دادا ہیں، کیا آدمی اپنے دادا کو گالی دے سکتا ہے؟ وہ کہتے ہیں: انہوں نے کہا: ''کہ مجھے قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نہ ملے، اگر میں ان دونوں سے محبت نہ کروں، اور ان دونوں کے دشمنوں سے براءت کا اظہار نہ کروں''۔[3]

۴۔ حنان بن سدیر سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: کہ میں نے جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے سنا ان سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا گیا تھا؟ تو انہوں نے کہا: ''تم مجھ سے ایسی دو

---

1. اس کی تخریج دارقطنی نے فضائل الصحابہ ص 64 (41) میں، اور دارقطنی کے طریق سے ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' 280/54 میں کی ہے۔ نیز اس کی تخریج ابن سعد نے الطبقات الکبری 321/5 میں کی ہے۔
2. اس کی تخریج امام احمد نے فضائل الصحابة 160/1 (145) میں، اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق 461/19 میں کی ہے۔
3. یہ سند حسن لذاتہ ہے، اور ذہبی نے تاریخ اسلام 91/9 میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے، نیز اس کی تخریج امام احمد نے فضائل الصحابة 175/1 (176) میں، اور انہیں سے ان کے بیٹے عبداللہ نے السنة 558/2 (1303) میں، اور آجری نے الشریعة 2225/5، 2378 (1708، 1856) میں، اور دارقطنی نے فضائل الصحابة ص 51، 52، 56 (28، 29، 33) میں کی ہے، اور لالکائی نے اعتقاد اهل السنة 1252/7 (2358) میں کی ہے۔

ہستیوں کے بارے میں پوچھ رہے ہو جو جنت کے پھل کھا چکی ہیں"۔ [1]

۵۔ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: "عثمانُ کان خیرَنا و أفقهنا" عثمان رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے بہتر اور سب سے افقہ (سوجھ بوجھ رکھنے والے) تھے۔ [2]

۴ طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کے فضائل:

۱۔ قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ عزوجل کے اس قول:

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ (الاعراف: ۴۳)

(اور جو کچھ ان کے دلوں میں کینہ تھا ہم نے اس کو دور کر دیا)

کے بارے میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ میں، عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم ہم چاروں ان لوگوں میں سے ہوں گے۔ جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ [3]

۲۔ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: کہ میرے دونوں کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: "طلحة والزبير رضی اللہ عنہما جارای فی الجنة" [4] طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما جنت میں میرے دو ہمسایہ ہیں۔

۳۔ ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف زہری سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: کہ میں نے علی بن ابی

1 اس کی تخریج دارقطنی نے فضائل الصحابة ص 95 (84) میں کی ہے، اور انہی کے طریق سے مزّی نے تهذيب الكمال 5/82 میں کی ہے۔

2 صحیح ہے، اس کی تخریج ابونعیم اصفہانی نے کتاب الإمامة والرد علی الرافضة ص308 (114) میں کی ہے۔

3 اس کی تخریج عبدالرزاق نے اپنی تفسیر 1/2/229 میں کی ہے، اور انہی کے طریق سے ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر 5/1478 (8467) میں، اور طبری نے اپنی تفسیر جامع البیان 10/199 میں کی ہے۔

4 اس کی تخریج ابوسعید اشج نے اپنی جزء حدیث ص55 (7) میں، اور ابوسعید اشج سے درج ذیل ائمہ نے روایت کی ہے: ترمذی نے اپنی جامع 5/677۔645 (3741) كتاب المناقب عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم باب مناقب طلحه بن عبيدالله رضی اللہ عنہ میں، اور عبداللہ بن امام احمد نے السنة 2/564 (1320) میں، اور امام بزار نے اپنی مسند 3/60، 61 (818) میں۔

طالب رضی اللہ عنہ کو جس دن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی کہتے ہوئے سنا:

"اذهب ابنَ عوف، فقد أدركت صفوها، وسبقت رَنْقَها"۔ [1] [2]

جاؤ اے ابن عوف! تم نے اس (دنیا) کی عمدہ اور خالص شیئے کو پالیا۔ اور گدلے اور ناصاف کو چھوڑ دیا۔

۵ عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کے فضائل:

کلیب جرمی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ تو انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا، تو انہیں "حَليلة رسولِ الله ﷺ" (رسول اللہ ﷺ کی چہیتی بیوی) [3] کہا۔

۶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی متفرق جماعت کے فضائل:

ا۔ ابوحرب بن ابی اسود اور زاذان سے روایت ہے، یہ دونوں کہتے ہیں: ایک دن لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ تو انہیں خوش اور بہترین موڈ میں پایا، تو لوگوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ ہمیں اپنے ساتھیوں کے بارے میں کچھ بتائیے؟ اس پر انہوں نے پوچھا: میرے کن ساتھیوں کے بارے میں تم لوگ جاننا چاہتے ہو؟ تو لوگوں نے عرض کیا: نبی ﷺ کے اصحاب کے بارے میں، اس پر انہوں نے کہا "كل أصحاب النبي ﷺ أصحابي"۔ نبی ﷺ کے سبھی اصحاب میرے اصحاب ہیں، تو تم کن لوگوں کے بارے میں جاننا چاہتے ہو؟ تو ان لوگوں نے کہا: ہم ان لوگوں کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں، جن کا

1 گویا علی رضی اللہ عنہ اس بات کی طرف اشارہ کررہے تھے، کہ اللہ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو فتنوں، اور اس کی مشقتوں سے محفوظ رکھا ہے، تو علی رضی اللہ عنہ نے ان کے کوچ کرجانے پر ان پر رشک کیا، واللہ اعلم۔

2 صحیح ہے، اس کی تخریج ابن سعد نے الطبقات الكبرى 3/135 میں، اور امام احمد نے فضائل الصحابه 2/731(1257) میں، اور طبرانی نے المعجم الكبير 1/128(1/263) میں، اور حاکم نے المستدرك 3/308، كتاب معرفة الصحابة میں، اور ابونعیم نے الحلية 1/100 میں، اور معرفة الصحابه 1/122(485) میں کی ہے۔

3 اس کی تخریج ابن عدی نے الكامل 6/2360 میں کی ہے۔

ذکر آپ بڑی تعظیم وتوقیر سے کرتے ہیں، اوران پر درود بھیجتے ہیں، نہ کہ کسی اور کے بارے میں؟ اس پر انہوں نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں؟ تو لوگوں نے کہا: وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔اس پر انہوں نے کہا: "عَلِمَ السنة، وقرأَ القرآن، و كفى به عِلمًا، ثمَّ ختم به عنده" وہ سنت کے بہت بڑے عالم اور قرآن کے بہت عمدہ قاری ہیں۔ اوران کا یہ علمی مقام ومرتبہ انہیں کافی ہے، اورانہیں پر ختم ہے۔تو لوگ نہیں جان سکے کہ انہوں نے "كفى به علما" سے کیا مراد لیا ہے۔عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کافی ہے یا قرآن کو کافی ہے۔لوگوں نے کہا: ان کے بعد ہم حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: انہیں منافقوں کے نام معلوم تھے، یا انہیں منافقوں کے نام بتا دیئے گئے تھے، اورانہوں نے مشکل اور پیچیدہ مسئلوں کے بارے میں پوچھا یہاں تک کہ انہوں نے اسے سمجھ لیا، اگر تم ان سے ان کے متعلق پوچھوگے تو تم انہیں ان کا جانکار پاؤگے۔لوگوں نے کہا: اس کے بعد ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ بتایئے؟ تو انہوں نے کہا: وہ ایک برتن ہیں جو علم سے بھرا ہوا ہے، وہ دین کے شائق اور علم کے حریص تھے۔بکثرت سوال کرتے تھے تو انہیں دیا بھی جاتا اور منع بھی کر دیا جاتا تھا، ان کا برتن بھر دیا گیا تھا یہاں تک کہ وہ پر ہو چکا تھا۔

ان لوگوں نے کہا: اس کے بعد کچھ سلمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتایئے؟ تو انہوں نے کہا: وہ ہمیں میں سے ایک فرد ہیں اور ہم اہل بیت ہی میں ان کا شمار ہے، ان سے بڑھ کر لقمان حکیم کے مشابہ تمہارے لئے کون ہوسکتا ہے، وہ اگلے اور پچھلے دونوں علموں کے جامع تھے، انہوں نے اگلی اور پچھلی دونوں کتابیں پڑھ رکھی تھیں، وہ ایک بحر ناپیدا کنار تھے۔

ان لوگوں نے کہا: اس کے بعد کچھ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بتائیں؟ تو آپ نے کہا: وہ ایک ایسے شخص تھے جن کے گوشت خون، ہڈی بال اور کھال سب میں ایمان پیوست ہو چکا تھا، وہ ایک لمحے کے لئے بھی حق سے جدا نہیں ہو سکتے تھے، وہ جہاں بھی جاتے حق ان کے ساتھ ہوتا، جہنم کی آگ ان کی کوئی بھی چیز نہیں کھا سکتی۔

لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ کچھ اپنے بارے میں ہمیں بتائیے؟ فرمایا: اب زیادہ مناسب نہیں، خودستائی سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں اس پر ایک شخص نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ یہ بھی تو فرماتا ہے:

وَ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ﴿۱۱﴾ [الضحیٰ:۱۱]

اپنے رب کے نعمت کو بیان کیا کرو۔

اس پر انہوں نے فرمایا: اچھا تو میں تم سے اپنے رب کی نعمت بیان کر رہا ہوں، میں جب مانگتا تو مجھے دیا جاتا تھا، اور جب میں چپ رہتا تو مجھ سے شروعات کی جاتی تھی، اور میرے ہر ہر روئیں میں علم وافر بھر دیا گیا تھا۔ [1]

۲۔ عبدالواحد بن ابی عون سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: علی رضی اللہ عنہ اشتر پر ٹیک لگائے ہوئے صفین کے مقتولین پر سے گذرے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ حابس یمانی رضی اللہ عنہ مقتول پڑے ہیں، ان کی لاش دیکھ کر اشتر نے "إنا لله وإنا إليه راجعون" پڑھا، اور بولے:

[1] صحیح ہے، اس کی تخریج ابن سعد نے الطبقات الكبرى 2/354، 4/232 میں أبوذر رضی اللہ عنہ کے فضائل پر، اور احمد بن منیع نے اپنی مسند میں کی ہے جیسا کہ المطالب العالية 15/271 (3728) میں اس کے ابتدائی حصہ کا ذکر کرتے ہوئے۔ اور بلاذری نے أنساب الأشراف 10/55 میں۔ اور اس کی تخریج طبرانی نے المعجم الكبير 6/213 (6042) میں، اور ابونعیم نے الحلية 1/187 میں۔ اور اس کی تخریج: ابن سعد نے الطبقات الكبرى 2/346 میں، اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف 11/137 (32605) كتاب الفضائل، باب فضائل علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ میں علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر اکتفا کرتے ہوئے، اور 11/177 (32777) كتاب الفضائل، باب ما ذكر في عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر اکتفا کرتے ہوئے، اور 11/179 (32788) كتاب الفضائل، باب ما ذكر في عمار بن ياسر رضی اللہ عنہ میں عمار رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے ذکر پر اکتفا کرتے ہوئے کی ہے۔ اور یعقوب بن سفیان نے المعرفة والتاريخ 2/540 میں، اور 2/544 میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر اکتفا کرتے ہوئے کی ہے۔ اور بلاذری نے أنساب الأشراف 10/166 میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر اکتفا کرتے ہوئے۔ اور ابوالشیخ ابن حیان نے طبقات المحدثين 1/207 میں سلمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر اکتفا کرتے ہوئے۔ اور حاکم نے المستدرك 3/318 كتاب معرفة الصحابة میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر اکتفا کرتے ہوئے کی ہے۔

امیر المؤمنین! ان مقتولین میں حابس یمانی رضی اللہ عنہ [1] بھی ہیں، ان پر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پارٹی کا نشان ہے! قسم اللہ کی میں نے تو انہیں مومن پایا تھا! اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "**والآن هو مؤمن**" وہ اب بھی مومن ہیں۔ وہ اہل یمن کے عبادت گذار، اور مجتہد لوگوں میں سے تھے۔ [2]

1. یہ حابس بن سعد بن منذر بن ربیعہ طائی یمانی ہیں، عبّاد میں سے تھے، یہ ان لوگوں میں سے تھے جنھیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام بھیجا تھا، اور انہوں نے حمص میں قیام کیا تھا، اور عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حمص کا قاضی بنایا تھا، اور یہ معرکہ صفین میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے امراء میں سے تھے، سن 37 ھ میں صفین میں قتل ہوئے۔ محمد بن سعد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جنھوں نے شام میں قیام کیا حابس بن سعد کا بھی نام لیا ہے، اور اہل علم کے ایک گروہ نے انہیں صحابہ میں ذکر کیا ہے جیسا کہ مغلطائی نے ان سے نقل کیا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا لیکن انہیں شرف صحبت حاصل نہیں۔ ملاحظہ ہو: **الاستیعاب** 1/279 (378)، **تاریخ دمشق** 11/347 (1107)، **تهذيب الكمال** 5/183 (990) مع تعلیق المحقق، **الكاشف** 1/300 (830)، **الإصابة** ص211 (1393)۔
2. اس کی تخریج طبرانی نے **المعجم الكبير** 4/31 (3563) میں، اور مروزی نے **تعظيم قدر الصلوٰة** 2/545 (596) میں، اور ابن عساکر نے **تاریخ دمشق** 11/353 میں۔

خاتمہ

اس مقالہ کی تیاری وترتیب میں چند پرمسرت اور کیف آگیں ایام گزارنے، اور صحابہ آل بیت رضی اللہ عنہم کی مبارک زندگی، ان کی پاکیزہ سیرت، خصائل ومناقب کثیرہ، اور آپسی گہرے روابط کے مطالعہ سے لطف اندوز ہونے کے بعد، راقم اللہ سبحانہ وتعالی سے توفیق ونصرت طلب کرتے ہوئے قارئین سے عرض گزار ہے کہ صحابہ اور آل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان جس طرح کے تعلقات وروابط قائم تھے وہ بلاشبہ ایمانی اخوت وبھائی چارگی اور خالص دینی اساس پر مبنی تعلقات وروابط تھے، یہ تعلقات وروابط بے لوث مخلصانہ، محبت ومودّت اعلی سلوک واقدار اور باہمی احترام کے جذبات سے سرشار تھے، اور یہ چیزیں اس بات پر دال ہیں کہ ان کے سلسلہ میں جو باتیں ان کے خلاف ذکر کی جاتی ہیں وہ سب کی سب باطل، کذب محض افترا اور بہتان ہیں، اور صحیح وثابت نصوص وآثار اور تاریخی حقائق کے خلاف ہیں، ان نفوس قدسیہ کے خلاف جس نے بھی اس طرح کا برا گمان رکھا ہے اس نے ان کی شان میں گستاخی وبے ادبی کی ہے، اور صواب سے بہک گیا ہے، اور آل بیت رضی اللہ عنہم کے منہج کی مخالفت کی ہے، اور ان کی روش اور طریقے سے بہت دور جا پڑا ہے۔

وصلى الله على نبينا محمد، وعلى آله وصحبه وسلم.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

فہرست مصادر ومراجع

1. الآحاد والمثانی، لابن أبي عاصم، تحقيق الدكتور باسم فيصل أحمد الجوابرة، ط. دار الراية، الرياض، الطبعة الأولى 1411هـ-1991م.
2. الأدب المفرد، للإمام البخاری، ط. دار الصديق: الجبيل، الطبعة الأولى 1419هـ-1999م.
3. إرواء الغليل فی تخريج أحاديث منار السبيل، لفضيلة الشيخ محمد ناصر الدين الألبانی، المكتب الإسلامی: بيروت، دمشق، الطبعة الأولى 1399هـ-1979م.
4. أسئلة قادت شباب الشيعة إلى الحق، إعداد سليمان بن صالح الخراشی، ط. مكتبة الآل والصحب 1427هـ.
5. الاستيعاب فی معرفة الأصحاب، لأبي عمر يوسف بن عبدالله بن عبدالبر القرطبی، تحقيق علی محمد معوض، ط. مكتبة نهضة مصر: القاهرة.
6. أسد الغابة فی معرفة الصحابة، لعز الدين ابن الأثير أبي الحسن علی بن محمد الجزری، ط الشعب: القاهرة 1970م.
7. الأسماء والمصاهرات بين أهل البيت والصحابة، تأليف أبي معاذ السيد أحمد بن إبراهيم، ط. مبرة الآل والأصحاب: الكويت، الطبعة الثانية 1427هـ-2006م.
8. الإصابة فی تمييز الصحابة، للحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی، اعتناء حسان عبدالمنان، ط. بيت الأفكار الدولية: عمان، الأردن.
9. الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد للبيهقی، تحقيق أبو عبدالله أحمد بن إبراهيم أبو العينين، ط. دار الفضيلة: الرياض، ودار ابن حزم: بيروت، الطبعة الأولى 1420هـ 1999م.
10. أعلام النساء فی عالم العرب والإسلام، لعمر رضا كحالة، ط. مؤسسة الرسالة: بيروت، الطبعة الثالثة 1397هـ-1977م.
11. الأفراد لابن شاهين كما فی مجموع فيه من مصنفات الحافظ أبي حفص عمر بن أحمد بن شاهين، تحقيق بدر بن عبدالله البدر، ط. دار ابن الأثير: الكويت، الطبعة الأولى 1415هـ-1994م.
12. الإمامة والنص، بقلم فيصل نور، ط. دار الصديق: صنعاء، الطبعة الأولى 1425هـ-2004م.

13. الأموال، لأبي عبيد القاسم بن سلام، تحقيق: محمد خليل هراس، ط. مكتبة الكليات الأزهرية: القاهرة، ودار الفكر: القاهرة، الطبعة الثانية 1395هـ، 1975م.
14. أنساب الأشراف، للبلاذري، تحقيق محمود الفردوس العظم، ط. دار اليقظة العربية: دمشق.
15. البحر الزخار المعروف بمسند البزار، للحافظ أحمد بن عمرو البزار، تحقيق د. محفوظ الرحمن زين الله، ط مؤسسة علوم القرآن: بيروت، ومكتبة العلوم والحكم: المدينة المنورة، الطبعة الأولى 1409هـ-1988م.
16. البداية والنهاية، لإسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي، تحقيق د. عبدالله بن عبدالمحسن التركي، بالتعاون مع مركز البحوث والدراسات العربية والإسلامية بدار هجر، الطبعة الأولى، 1419هـ-1999م.
17. بغية الطلب في تاريخ حلب، صنفه ابن العديم الصاحب كمال الدين عمر بن أحمد بن أبي جرادة، تحقيق الدكتور سهيل زكار، ط. دار الفكر: بيروت.
18. تاج العروس من جواهر القاموس، للسيد محمد مرتضى الحسيني الزَّبيدي، تحقيق عبدالعليم الطحاوي، مطبعة حكومة الكويت ط. 1387هـ- 1968م.
19. تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام، لشمس الدين الذهبي، تحقيق الدكتور عمر عبدالسلام تدمري، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الأولى 1407هـ، 1987م.
20. التاريخ الأوسط، للإمام محمد بن إسماعيل البخاري، تحقيق د. تيسير بن سعد أبو حيمد، ط. مكتبة الرشد: الرياض، الطبعة الأولى 1426هـ- 2005م.
21. تاريخ الخلفاء، تأليف الإمام جلال الدين عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطي، تحقيق إبراهيم صالح، ط. دار صادر: بيروت، الطبعة الثانية 1424هـ-2003م.
22. تاريخ الطبري (تاريخ الرسل والملوك)، لمحمد بن جرير الطبري، تحقيق محمد أبو الفضل إبراهيم، ط. دار المعارف بمصر: القاهرة، الطبعة الثانية.
23. تاريخ اليعقوبي، تأليف أحمد بن أبي يعقوب بن جعفر بن وهب العباسي، المعروف باليعقوبي، ط. دار صادر: بيروت، الطبعة السادسة 1415هـ- 1995م.
24. تاريخ بغداد، أو مدينة السلام، للحافظ أبي بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي، دار الكتاب العربي: بيروت، لبنان.
25. تاريخ مدينة دمشق، لابن عساكر، تحقيق محب الدِّين أبي سعيد عمر العمروي، ط. دار الفكر، بيروت، لبنان، 1415هـ-1995م.
26. التبيين في أنساب القرشيين، تأليف موفق الدين أبي محمد عبدالله بن أحمد بن محمد

بن قدامة المقدسي، تحقيق وتعليق محمد نايف الدليمي، من منشورات المجمع العلمي العراقي، الطبعة الأولى 1402هـ - 1982م.

27. تحرير تقريب التهذيب؛ للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني؛ تأليف الدكتور بشار عواد معروف، والشيخ شعيب الأرنؤوط، طبعة مؤسسة الرسالة؛ الطبعة الأولى 1417هـ 1997م.

28. تحرير علوم الحديث، تأليف عبدالله بن يوسف الجديع، توزيع مؤسسة الريان: بيروت، نشر الجديع للبحوث والاستشارات: بريطانيا، الطبعة الأولى 1424هـ-2003م.

29. تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة، للحافظ أبي الفضل ابن حجر العسقلاني، تحقيق الدكتور إكرام الله إمداد الحق، ط دار البشائر الإسلامية: بيروت، الطبعة الأولى 1416هـ - 1996م.

30. تفسير البغوي المسمى: معالم التنزيل، للإمام أبي محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوي الشافعي، تحقيق خالد عبدالرحمن العك، مروان سوار، ط دار المعرفة: بيروت، الطبعة الأولى 1406هـ - 1986م.

31. تفسير القرآن العظيم مسندا عن رسول الله ﷺ والصحابة والتابعين، تأليف عبدالرحمن بن محمد ابن أبي حاتم، تحقيق أسعد محمد الطيب، ط مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة الأولى 1417هـ-1997م.

32. تفسير القرآن، للإمام عبدالرزاق بن همام الصنعاني، تحقيق الدكتور مصطفى مسلم محمد، ط مكتبة الرشد: الرياض، الطبعة الأولى 1410هـ 1989م.

33. تقريب التهذيب، للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، تحقيق أبو الأشبال صغير أحمد شاغف الباكستاني، طبعة دار العاصمة، الرياض، النشرة الأولى 1416هـ.

34. التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير، لأحمد بن علي بن حجر العسقلاني، تحقيق السيد عبدالله هاشم اليماني المدني، المدينة المنورة 1384هـ - 1964م.

35. التلخيص، للحافظ الذهبي (المطبوع مع المستدرك للحاكم) ط دار المعرفة، بيروت، لبنان.

36. تهذيب الآثار وتفصيل الثابت عن رسول الله ^ من الأخبار؛ لأبي جعفر الطبري محمد بن يزيد ت310هـ، تحقيق وتخريج محمود محمد شاكر، ط مطبعة المدني.

37. تهذيب الأسماء واللغات، للإمام العلامة الفقيه الحافظ أبي زكريا محيى الدين بن شرف النووي، ط دار الكتب العلمية: بيروت.

38. تهذيب التهذيب، للحافظ أبي الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، ط مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية: حيدر آباد - الهند، سنة 1325هـ.

39. تهذيب الكمال فى أسماء الرجال، للحافظ المتقن جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزى، تحقيق وضبط وتعليق الدكتور بشار عواد معروف، ط مؤسسة الرسالة: بيروت، الطبعة الأولى 1400هـ-1980م.

40. تهذيب اللغة، لأبي منصور محمد بن أحمد الأزهرى، تحقيق مجموعة من الباحثين، مطابع سجل العرب، القاهرة، نشر الدار المصرية للتأليف والترجمة.

41. جامع البيان عن تأويل آى القرآن، لأبي جعفر محمد بن جرير الطبرى، تحقيق الدكتور عبدالله بن عبدالمحسن التركى، بالتعاون مع مركز البحوث والدراسات العربية والإسلامية بدار هجر، القاهرة، الطبعة الأولى 1422هـ-2001م.

42. جامع التحصيل فى أحكام المراسيل، للحافظ صلاح الدين العلائى، تحقيق حمدى عبدالمجيد السلفى، ط وزارة الأوقاف بالجمهورية العراقية، الطبعة الأولى 1398هـ-1978م.

43. الجامع لأحكام القرآن، لأبي عبدالله محمد بن أحمد الأنصارى القرطبى، ط مطبعة دار الكتب: القاهرة1384هـ-1965م.

44. الجامع لأخلاق الراوى وآداب السامع، للحافظ الخطيب البغدادى، تحقيق د. محمود الطحان، مكتبة المعارف، الرياض، 1403هـ-1983م.

45. جزء فيه من حديث أبي سعيد الأشج، تحقيق أبي نجيد إسماعيل بن محمد الجزائرى، ط دار المغنى، الرياض، الطبعة الأولى 1422هـ-2001م.

46. جمهرة النسب، للكلبى، تحقيق الدكتور ناجى حسن، ط عالم الكتب، مكتبة النهضة العربية: بيروت، الطبعة الأولى 1407هـ-1986م.

47. جمهرة أنساب العرب لابن حزم، ط دار المعارف بمصر 1382هـ، تحقيق عبدالسلام هارون.

48. الحجة فى بيان المحجّة وشرح عقيدة أهل السنة، للإمام قوّام السنة أبي القاسم إسماعيل بن محمد التيمي الأصبهانى، تحقيق محمد بن ربيع بن هادى عمير المدخلى، ومحمد بن محمود أبو رحيم، ط دار الراية، الرياض، الطبعة الثانية 1419هـ-1999م.

49. حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، للحافظ أبي نعيم أحمد بن عبدالله الأصفهانى، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الثانية 1387هـ-1967م.

50. رحماء بينهم: التراحم بين آل بيت النبى ﷺ وبين بقية الصحابة ى أجمعين، لصالح بن عبدالله الدرويش، ط دار ابن الجوزى: الدمام، 1422هـ.

51. الرحيق المختوم: بحث فى السيرة النبوية على صاحبها أفضل الصلاة والسلام، تأليف فضيلة الشيخ صفى الرحمن المباركفورى، ط دار الكتاب والسنة: باكستان، الطبعة

الأولى 1417هـ- 1996م.

52. رسائل ابن حزم الأندلسي "رسالة نقط العروس في تاريخ الخلفاء"، لابن حزم، تحقيق إحسان عباس، ط المؤسسة العربية للدراسات والنشر.

53. رش البرد شرح الأدب المفرد للإمام البخاري، تأليف الشيخ الدكتور محمد لقمان السلفي، ط دار الداعي: الرياض، ومركز العلامة عبدالعزيز بن باز للدراسات الإسلامية: الهند، الطبعة الأولى 1426هـ.

54. زاد المسير في علم التفسير، تأليف أبي الفرج جمال الدين عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي القرشي البغدادي، ط المكتب الإسلامي: دمشق، الطبعة الأولى 1385هـ - 1965م.

55. سنن أبي داود، للإمام أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني الأزدي، إعداد وتعليق: عزت عبيد الدعاس، وعادل السيد، ط دار الحديث، حمص، سورية، الطبعة الأولى 1394هـ-1974م.

56. سنن الترمذي (الجامع الصحيح)، لأبي عيسى محمد بن سورة الترمذي، تحقيق الشيخ أحمد محمد شاكر، وآخرين، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

57. السنن الكبرى، لإمام المحدثين الحافظ أبي بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، ط دار المعرفة، بيروت.

58. سير أعلام النبلاء، تصنيف الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، تحقيق شعيب الأرناؤوط، وحسين أسد، ط مؤسسة الرسالة: بيروت، الطبعة الأولى 1401هـ- 1981م.

59. السيرة النبوية في ضوء المصادر الأصلية: دراسة توثيقية تحليلية، بقلم الأستاذ الدكتور مهدي رزق الله أحمد، ط دار إمام الدعوة: الرياض، الطبعة الثانية 1424هـ.

60. شذى الياسمين في فضائل أمهات المؤمنين، إعداد مركز البحوث والدراسات في مبرة الآل والأصحاب، ط مبرة الآل والأصحاب: الكويت، الطبعة الثانية 1427هـ-2006م.

61. شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة من الكتاب والسنة وإجماع الصحابة والتابعين ومن بعدهم، للإمام أبي القاسم هبة الله بن الحسن الطبري اللالكائي، تحقيق الدكتور أحمد سعد حمدان، ط دار طيبة، الرياض، الطبعة الأولى 1409 هـ - 1988م.

62. شرح صحيح الأدب المفرد للإمام البخاري، بقلم حسين بن عودة العوايشة، المكتبة الإسلامية: عمان-الأردن، ودار ابن حزم: بيروت، الطبعة الأولى 1423هـ- 2003م.

63. شرح علل الترمذي، للحافظ زين الدين عبدالرحمن بن رجب الحنبلي، تحقيق نور الدين عتر، ط دار الملاح، الطبعة الأولى، 1398هـ-1978م.

64. شرح مشكل الآثار، للطحاوي، بتحقيق شعيب الأرناؤوط، ط مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى، 1415هـ-1994م.

65. الشريعة، للإمام أبي بكر محمد بن الحسين الآجري، تحقيق د. عبدالله بن عمر الدميجي، دار الوطن، الطبعة الأولى، 1418هـ-1997م.

66. الصارم المسلول على شاتم الرسول، تأليف شيخ الإسلام تقي الدين أبي العباس أحمد بن عبدالحليم بن عبدالسلام ابن تيمية، دراسة وتحقيق محمد بن عبدالله بن عمر الحلواني، ومحمد كبير أحمد شودري، ط رمادي للنشر: الدمام، والمؤتمن للتوزيع: الرياض، الطبعة الأولى 1417هـ- 1997م.

67. صحيح البخاري، للإمام أبي عبدالله البخاري، اعتناء أبو صهيب الكرمي، ط بيت الأفكار الدولية: الرياض، الطبعة الأولى، 1419هـ_1998م.

68. صحيح مسلم، للإمام أبي الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، تحقيق محمد فؤاد عبدالباقي، ط دار الحديث: القاهرة، الأولى 1412هـ-1991م.

69. الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، لأبي العباس أحمد بن محمد ابن حجر الهيتمي، تحقيق عبدالرحمن بن عبدالله التركي، وكامل محمد الخراط، ط مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى، 1417هـ- 1997م.

70. الطبقات الكبرى، القسم المتمم لتابعي أهل المدينة ومَن بعدهم، لابن سعد، تحقيق زياد محمد منصور، ط المجلس العلمي لإحياء التراث الإسلامي، الجامعة الإسلامية، المدينة المنورة، الطبعة الأولى، 1403هـ-1983م.

71. الطبقات الكبرى، لأبي عبدالله محمد بن سعد كاتب الواقدي، ط دار صادر، بيروت.

72. طبقات المحدثين بأصبهان والواردين عليها، لأبي محمد عبدالله بن محمد بن جعفر بن حيان، المعروف بأبي الشيخ الأنصاري، تحقيق عبدالغفور عبدالحق حسين البلوشي، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، 1407هـ-1987م.

73. العقيدة الواسطية، تصنيف شيخ الإسلام أبي العباس أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، اعتناء وتحقيق: أبو محمد أشرف بن عبدالمقصود، ط أضواء السلف: الرياض، الطبعة الثانية 1420هـ- 1999م.

74. العلل المتناهية في الأحاديث الواهية، للإمام أبي الفرج عبدالرحمن ابن الجوزي، تحقيق الأستاذ إرشاد الحق الأثري، إدارة العلوم الأثرية، فيصل آباد، باكستان، الطبعة الأولى 1399هـ- 1979م.

75. فتح البارى بشرح صحيح البخارى، للإمام أحمد بن على ابن حجر العسقلانى، ط مكتبة دار الفيحاء، دمشق.
76. فتوح البلدان، لأبي الحسن البلاذرى، تحقيق رضوان محمد رضوان، ط المكتبة التجارية الكبرى، مصر، 1959م.
77. فضائل الصحابة ومناقبهم وقول بعضهم فى بعض صلوات الله عليهم، للإمام الحافظ أبي الحسن على بن عمر الدارقطنى (ت 385) الجزء الموجود من الحادى عشر، اعتنى به محمد بن خليفة الرَّبَّاح، ط مكتبة الغرباء الأثرية: المدينة النبوية، الطبعة الأولى 1419هـ - 1998م.
78. فضائل الصحابة، للإمام أحمد بن محمد بن حنبل، تحقيق د/وصى الله بن محمد عباس، ط مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى، 1403هـ-1983، نشر مركز البحث العلمى وإحياء التراث الإسلامى، بجامعة أم القرى، مكة المكرمة.
79. القاموس المحيط، تأليف العلامة اللغوى مجد الدين محمد بن يعقوب الفيروزآبادى، تحقيق مكتب تحقيق التراث فى مؤسسة الرسالة، ط مؤسسة الرسالة، الطبعة الثانية، 1407هـ-1987م.
80. قطف الأزهار المتناثرة فى الأحاديث المتواترة، للإمام الحافظ جلال الدين عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطى، تحقيق الشيخ خليلمحيي الدين الميس، ط المكتب الإسلامى: بيروت، لبنان. الطبعة الأولى 1405هـ- 1985م.
81. الكاشف فى معرفة من له رواية فى الكتب الستة، للإمام شمس الدين أبي عبدالله محمد بن أحمد الذهبى الدمشقي، تحقيق محمد عوامة، وأحمد محمد نمر الخطيب، شركة دار القبلة: جدة، ومؤسسة علوم القرآن: جدة، الطبعة الأولى، 1413هـ-1992م.
82. الكامل فى التاريخ؛ لابن الأثير، ط دار صادر: بيروت، 1399هـ- 1979م.
83. الكامل فى ضعفاء الرجال؛ للحافظ أبي أحمد عبدالله بن عدى الجرجانى، طبعة دار الفكر، الطبعة الأولى 1404هـ-1984م.
84. كتاب الإخوان، لابن أبي الدنيا، تحقيق محمد عبدالرحمن طوالبة، ط دار الاعتصام.
85. كتاب الإمامة والرد على الرافضة؛ لأبي نعيم الأصبهانى، تحقيق الدكتور على بن محمد ناصر الفقيهى، ط مكتبة العلوم والحكم: المدينة المنورة، 1425هـ- 1994م.
86. كتاب الأموال لحميد بن زنجويه، تحقيق الدكتور شاكر ذيب فياض، الطبعة الأولى 1406هـ، 1986م، ط مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية.
87. كتاب التاريخ الكبير، للإمام البخارى، تصحيح وتعليق عبدالرحمن بن يحيى المعلمى، طبعة دائرة المعارف العثمانية: الهند، ط 1361هـ (تصوير: المكتبة

الإسلامية: تركيا).

88. كتاب الثقات، للإمام الحافظ محمد بن حبان بن أحمد أبي حاتم التميمي البستي، ط مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية: حيدر آباد - الهند، سنة 1393هـ 1973م.

89. كتاب الجرح والتعديل، للحافظ أبي محمد عبدالرحمن بن أبي حاتم محمد بن إدريس الرازي، ط مجلس دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد الدكن، الهند، الطبعة الأولى 1372هـ - 1953م.

90. كتاب الخراج ليحيي بن آدم القرشي، ط دار المعرفة، بيروت، 1399هـ 1979م.

91. كتاب الزهد للإمام أحمد بن حنبل، تحقيق الدكتور محمد جلال شرف، ط دار النهضة العربية، بيروت، 1981م.

92. كتاب السنة، لأبي بكر أحمد بن محمد بن هارون بن يزيد الخلال، تحقيق الدكتور عطية الزهراني، ط دار الراية، الرياض، الطبعة الأولى 1410هـ - 1989م.

93. كتاب السنة؛ لعبدالله بن أحمد بن حنبل، تحقيق الدكتور محمد بن سعيد القحطاني، دار ابن القيم، الطبعة الأولى 1406هـ - 1986م.

94. كتاب الضعفاء الكبير، لأبي جعفر محمد بن عمرو العقيلي المكي، تحقيق الدكتور عبدالمعطي أمين قلعجي، ط دار الكتب العلمية، بيروت: لبنان، الطبعة الأولى 1404هـ - 1984م.

95. كتاب المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين، للإمام محمد بن حبان بن أبي حاتم البستي، تحقيق محمود إبراهيم زايد، دار الوعي، حلب، الطبعة الأولى 1396هـ.

96. كتاب المغازي، للواقدي، تحقيق الدكتور مارسدن جونس، ط عالم الكتب: بيروت.

97. كتاب تاريخ المدينة المنورة «أخبار المدينة»، لأبي زيد عمر بن شبة النميري، تحقيق علي محمد دندل، وياسين سعد الدين بيان، ط دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى 1417هـ-1996م.

98. كتاب ذكر أخبار أصفهان، تأليف الإمام الحافظ أبي نعيم أحمد بن عبدالله الأصفهاني، مطبعة بريل، ليدن، سنة 1931م.

99. كتاب نسب قريش، لأبي عبدالله المصعب بن عبدالله بن المصعب الزبيري، عني بنشره لأول مرة وتصحيحه والتعليق عليه إ. ليفي بروفنسال، ط دار المعارف للطباعة والنشر، 1953م.

100. الأولى 1421 هالكفاية في معرفة أصول علم الرواية، للخطيب البغدادي، تحقيق وتعليق/ أبي إسحاق إبراهيم بن مصطفى الدمياطي، ط دار الهدى، مصر، الطبعة الأولى،

1423هـ-2003م.

101. الكنى والأسماء للحافظ أبي بشر محمد بن أحمد الدولابي ت 310، تحقيق أبو قتيبة نظر محمد الفاريابي، دار ابن حزم، الطبعة الأولى 1421هـ- 2000م.

102. لسان العرب، للإمام العلامة أبي الفضل جمال الدين محمد بن مكرم ابن منظور الأفريقي المصري، ط دار صادر، بيروت.

103. لقط اللآلئ المتناثرة في الأحاديث المتواترة، للزبيدي، تحقيق محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى 1405هـ- 1985م.

104. المجالسة وجواهر العلم، تصنيف أبي بكر أحمد بن مروان بن محمد الدينوري القاضي المالكي، تخريج وتوثيق أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان، طبعة جمعية التربية الإسلامية الطبعة الأولى 1419هـ.1998م.

105. مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، لنور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الثانية 1967م.

106. مجموع فتاوى شيخ الإسلام أحمد ابن تيمية، جمع وترتيب عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، ط مجمع الملك فهد لطباعة المصحف المشرف، المدينة المنورة 1416هـ-1995م.

107. المحكم والمحيط الأعظم، لأبي الحسن علي بن إسماعيل، المعروف بابن سيدة، تحقيق الدكتور عبد الحميد هنداوي، ط دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة 2000م.

108. المدخل إلى السنن الكبرى، للحافظ أبي بكر البيهقي، تحقيق د. محمد ضياء الرحمن الأعظمي، ط دار الخلفاء للكتاب الإسلامي، الكويت.

109. المراسيل، لأبي محمد عبد الرحمن بن أبي حاتم محمد بن إدريس الرازي، بعناية شكر الله بن نعمة الله قوجاني، ط مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى 1397هـ-1977م.

110. المستدرك على الصحيحين، للإمام أبي عبد الله الحاكم النيسابوري، ط دار المعرفة، بيروت، لبنان.

111. مسند أبي داود الطيالسي، تحقيق الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي، بالتعاون مع دار هجر، الطبعة الأولى 1419هـ- 1999م.

112. مسند أبي يعلى الموصلي، تحقيق حسين سليم أسد، دار المأمون للتراث، الطبعة الأولى 1404هـ.

113. مسند الإمام أحمد بن حنبل: إشراف الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي، تحقيق شعيب الأرنؤوط وآخرون، ط مؤسسة الرسالة: بيروت، الطبعة الأولى 1414هـ - 1994م.

114. مسند الإمام أحمد بن حنبل: المطبعة الميمنية، الطبعة الأولى 1313هـ.

115. مسند الإمام الشافعي، ترتيب الأمير أبي سعيد سَنجر بن عبدالله الناصري الجاولي، تحقيق وتخريج الدكتور ماهر ياسين الفحل، ط دار غراس: الكويت، الطبعة الأولى 1425هـ-2004م.

116. مسند علي بن أبي طالب ، تأليف يوسف أوزبك، خرج أحاديثه: علي رضا بن عبدالله بن علي رضا، ط دار المأمون للتراث: دمشق، الطبعة الأولى 1416هـ-1995م.

117. المصباح المنير في غريب الشرح الكبير للرافعي، تأليف العلامة أحمد بن محمد بن علي المقري الفيومي، الطبعة السادسة بالمطبعة الأميرية بالقاهرة 1926م.

118. المصنف، لابن أبي شيبة تحقيق حمد بن عبدالله الجمعة ومحمد بن إبراهيم اللحيدان ط مكتبة الرشد، الرياض الطبعة الأولى 425هـ.2004م.

119. المصنف، لابن أبي شيبة، تحقيق وتخريج الأحاديث محمد عوامة، ط شركة دار القبلة: جدة، ومؤسسة علوم القرآن: جدة، الطبعة الأولى 1427هـ-2006م.

120. المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية؛ للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، تحقيق مجموعة من الباحثين، تنسيق د. سعد بن ناصر بن عبدالعزيز الشثري، ط دار العاصمة، ودار الغيث: الرياض، الطبعة الأولى 1420هـ-2000م.

121. معجم البلدان، للشيخ أبي عبدالله ياقوت الحموي الرومي البغدادي، ط دار الكتب صادر: بيروت، 1397هـ-1977م.

122. المعجم الكبير، للحافظ أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني، تحقيق حمدي عبدالمجيد السلفي، نشر وزارة الأوقاف، العراق، الأجزاء 1-5 الطبعة الثانية، وبقية الأجزاء الطبعة الأولى.

123. معجم مقاييس اللغة؛ لأبي الحسين أحمد بن فارس بن زكريا، تحقيق وضبط عبدالسلام محمد هارون، طبعة البابي الحلبي: مصر، الطبعة الثانية 1389هـ-1969م.

124. معرفة الصحابة، لأبي نعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد الأصفهاني، تحقيق عادل بن يوسف العزازي، ط دار الوطن، الطبعة الأولى 1419هـ.1998م.

125. المعرفة والتاريخ، لأبي يوسف يعقوب بن سفيان البسوي، رواية عبدالله بن جعفر بن درستويه النحوي، تحقيق د. أكرم ضياء العمري، مكتبة الدار، المدينة المنورة، الطبعة الأولى 1410هـ.

126. مفردات ألفاظ القرآن، تأليف العلامة الراغب الأصفهاني، تحقيق صفوان عدنان داوودي، ط دار القلم: دمشق، الدار الشامية: بيروت، الطبعة الثالثة 1423هـ-2002م.

127. منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية. لأبي العباس أحمد بن عبدالحليم بن تيمية، تحقيق د. محمد رشاد سالم. ط إدارة الثقافة والنشر بجامعة الإمام محمد، 1406هـ-1986م.

128. موضح أوهام الجمع والتفريق، لأحمد بن على بن ثابت الخطيب البغدادى، تحقيق د.عبدالمعطى أمين قلعجي، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى، 1407هـ-1987م.

129. ميزان الاعتدال فى نقد الرجال، للحافظ الذهبى ت 748هـ. تحقيق على محمد البجاوى، دار إحياء الكتب العربية للحلبى وشركاؤه، بيروت، الطبعة الأولى 1382هـ-1963م.

130. النسب والمصاهرة بين أهل البيت والصحابة، للسيد علاء الدين المدرس، ط دار الأمل: الأردن، الطبعة الأولى 1421هـ 2000م.

131. نظم المتناثر من الحديث المتواتر، لجعفر الحسنى الإدريسى، الشهير بالكتانى، ط دار الكتب العلمية، بيروت، 1400هـ-1980م.

132. النهاية فى غريب الحديث والأثر، للإمام أبي السعادات المبارك بن محمد الجزرى المعروف بابن الأثير، تحقيق طاهر أحمد الزاوى، ومحمود محمد الطناحى، المكتبة العلمية، بيروت.

المراجع والمصادر الشيعية:

1- إثبات الهداة: محمد بن الحسن الحر العاملى - المطبعة العلمية - قم.

2- الاختصاص: محمد بن محمد بن النعمان الملقب بالمفيد - مؤسسة الأعلمى - بيروت.

3- الإرشاد: محمد بن محمد بن النعمان الملقب بالمفيد - مؤسسة الأعلمى - بيروت.

4- الأصيلى فى أنساب الطالبيين: صفى الدين محمد بن تاج الدين المعروف بابن الطقطقى الحسنى المتوفى سنة 709هـ. تحقيق مهدى الرجائى، ط مكتبة آية الله العظمى المرعشى النجفى: إيران.

5- إعلام الورى: الفضل بن الحسن الطبرسى - دار المعرفة - بيروت.

6- أمالى الصدوق: محمد بن على بن الحسين بن بابويه القمى، الصدوق - مؤسسة الأعلمى - بيروت.

7- أمالى الطوسى: محمد بن الحسن الطوسى، شيخ الطائفة - مكتبة العرفان - الكويت.

8- الإمامة والتبصرة: على بن الحسين القمى - مؤسسة آل البيت لإحياء التراث - بيروت.

9- الأنوار النعمانية: نعمة الله الجزائرى - مؤسسة الأعلمى - بيروت.

10- بحار الأنوار: محمد باقر المجلسى - مؤسسة الوفاء - بيروت.

11- بصائر الدرجات: محمد بن الحسن بن فروخ الصفار القمى - منشورات مكتبة

المرعشي النجفي-قم.
12- تفسير نور الثقلين: عبد علي بن جمعة العرسي الحويزي-مؤسسة إسماعيليان-قم.
13- تواريخ النبي والآل: محمد تقي التستري، ط دار الشرافة، إيران 1416هـ، تحقيق الشيخ محمود الشريفي، أعلى السكرجي.
14- علل الشرايع: محمد بن علي بن الحسين بن بابويه القمي، الصدوق - المكتبة الحيدرية - النجف.
15- عمدة الطالب في أنساب آل طالب: ابن عنبة المتوفى سنة 828هـ، الناشر: مكتبة المعارف - الطائف: شارع الكمال، مطابع دار الشعب بالقاهرة.
* طبعة أخرى: ط دار الحياة، بيروت-لبنان.
* طبعة ثالثة: ط أنصاريان، قم 1417هـ-1996م.
16- غيبة الطوسي: محمد بن جعفر الطوسي، شيخ الطائفة-مكتبة الألفين-الكويت.
17- غيبة النعماني: محمد بن إبراهيم بن جعفر النعماني-مؤسسة الأعلمي-بيروت.
18- الكافي: محمد بن يعقوب الكليني-دار الأضواء-بيروت.
19- كشف الغمة: علي بن عيسى الإربلي-دار الأضواء-بيروت.
20- كمال الدين: محمد بن علي بن الحسين بن بابويه القمي، الصدوق - مؤسسة الأعلمي - بيروت.
21- مرآة العقول شرح أخبار الرسول: محمد باقر المجلسي ت 111هـ، ط دار الكتب الإسلامية: طهران 1408هـ، تصحيح الشيخ علي الأخوندي.
22- معاني الأخبار: محمد بن علي بن الحسين بن بابويه القمي، الصدوق - مكتبة الصدوق - طهران.
23- معجم رجال الخوئي: أبو القاسم الخوئي-منشورات مدينة العلم-قم.
24- مقاتل الطالبين: أبو الفرّج الأصفهاني، شرح وتحقيق السيد أحمد صقر، ط عيسى البابي الحلبي وشركاءه: القاهرة، 1368هـ-1949م.
25- مناقب آل أبي طالب: محمد بن علي بن شهر أشوب المازندراني-دار الأضواء-بيروت.
26- منتخب الأثر: لطف الله الصافي-مكتبة الصدر-طهران.
27- منتهى الآمال في تواريخ النبي والآل: الشيخ عباس القمي، ط الدار الإسلامية. بيروت/لبنان 4141هـ، 4991م. تعريب أ/نادر التقي.